سورۃ فاتحہ کے فضائل ومسائل پر مشتمل
ایک جامع اور دلکش کتاب

دُروسِ درخواستی

شیخ الاسلام حضرت درخواستیؒ کے علمی وروحانی جانشین
شیخ المحدثین والمفسرین امام العلماء والصلحاء شیخ الحدیث والتفسیر

از افادات
شیخ طریقت حضرت مولانا
شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی
نوراللہ مرقدہٗ

بانی۔ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

شیخ الحدیث حضرت درخواستیؒ کے علمی وروحانی جانشین
شیخ الحدیث والتفسیر خطیب اسلام پیر طریقت

مرتب
حضرت مولانا
حماد اللہ صاحب درخواستی
مدظلہ

نائب مہتمم وشیخ الحدیث ومنتظم اعلیٰ۔ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور
نائب امیر مرکزیہ۔ مجلس علماء اہلسنت والجماعت پاکستان
مرکزی راہنما۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان

مکتبہ شیخ درخواستی جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خانپور ضلع رحیم یار خان
0333 7496876

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

درس نمبر ا

ضرورت قرآن

نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مختصر وقت میں درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے تا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کرسکوں، آج کے درس میں ضرورت قرآن وفضیلت قرآن کے متعلق عرض کروں گا۔

انسان جسم وروح سے مرکب ہے۔اللہ تعالیٰ نے جیسے انسان کی جسمانی غذا کا انتظام فرمایا ہے، اسی طرح روحانی غذا کا بھی انتظام فرمایا ہے۔جسم عالم سفلی سے ہے اس لئے اس کی غذا بھی عالم سفلی سے ہے۔آسمان سے پانی اتارا، زمین سے انگوری نکالی، تا کہ جسم انسان کی غذا ہو، روح عالم علوی سے ہے اس لئے اس کی غذا بھی عالم علوی سے ہے۔یعنی قرآن پاک کے یہ تیس پارے کلام الٰہی، انسان کے روح کی غذا ہے، قرآن تمام جسمانی وروحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ع

درفیض محمدی واہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضان گناہ کو دو خبر فیض پیمبر کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

خوش نصیب ہیں جو قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں ،اس کے معانی ومطالب حاصل کرتے ہیں،اس کی اشاعت کرتے ہیں۔بدنصیب ہیں جو قرآن سے اعراض کرتے ہیں،اس لئے اس کلام کے درس سننے کے لئے وقت نکالیں ،تمام کاروبار وضروریات پر درس قرآن کو ترجیح واہمیت دیں ،قرآن کے سننے کے لئے بیٹھنا خیروبرکت کا موجب ہے۔

فضیلت قرآن

حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب چند آدمی اللہ کے گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔اس مجلس میں قرآن پڑھا جارہا ہے، دوسرے لوگ اس کو سنتے ہیں ،قرآن کے معانی ومطالب سنتے سناتے ہیں۔ایسے لوگوں پر چار نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

۱ :آسمان سے لے کر زمین تک فرشتوں کی جماعت ان کے لئے پہرہ دار ہوجاتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔

۲ : اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

۳ : سکون واطمینان ان پر نازل ہوتا ہے۔

۴ : ایسے لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں کرتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے میری کلام کے لئے فدائی وشیدائی بنے ہوئے ہیں ،میری کلام کے الفاظ پڑھتے ہیں،اس کے معانی ومطالب بیان کرتے ہیں،زندگی کے لمحات کو اس کتاب کے سننے سنانے میں مشغول رکھتے ہیں۔ **(رواہ ابوداؤد)**

پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے پھر دوسروں کو سکھاتا ہے۔ (رواہ البخاری عن عثمانؓ)

تیسری حدیث میں ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم صفہ میں بیٹھے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا تم میں سے کون شخص دوست رکھتا ہے کہ وہ صبح کو وادیٔ عقیق یا بطحان میں جائے اور وہاں اس کو بڑی کوہان والی اونٹنیاں مل جائیں، بغیر ظلم وقطع رحمی کے اتنی عمدہ وقیمتی چیز مل جائے تو صحابہ نے عرض کیا ہم سب اس کو پسند کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا جو انسان صبح کو مسجد میں جائے اور قرآن کی دو آیتیں سیکھ لے یہ دولت اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، اسی طرح تین آیات کا حاصل کرنا تین اونٹنیوں سے، چار کا چار سے بہتر ہے۔ (رواہ مسلم عن عقبہ بن عامرؓ)

کیونکہ دنیا کی دولت بے وفا ہے، قرآن کی دولت باوفا ہے، دنیا میں ساتھ ہے، قبر میں، حشر میں، قیامت میں ساتھ ہوگی حتی کہ ایک روایت میں ہے کہ بادلوں کی طرح سورتیں سایہ کریں گی اور قرآن مجید کے شیدائی کو جنت میں پہنچائیں گی، وہ قیامت کی گرمی سے بچ جائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید بن معلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں کہ میں سورۃ بقرہ پڑھ رہا تھا اور میرا گھوڑا میرے قریب بندھا ہوا تھا اچانک گھوڑا شوخی کرنے لگا، حرکت کرنے لگا، کودنے لگا، تو میں پڑھنے سے رک گیا، گھوڑا بھی ٹھہر گیا، پھر پڑھنا شروع کیا، گھوڑا پھر حرکت کرنے لگا تو میں خاموش ہوگیا، گھوڑا بھی خاموش ہوگیا، پھر پڑھنا شروع کیا، پھر گھوڑا اچھلنے لگا تو میں نے اب پڑھنا

ختم کر دیا کیونکہ میرا بیٹا قریب سویا ہوا تھا مجھے خطرہ و اندیشہ ہوا کہ میرے لڑکے کو گھوڑا تکلیف نہ دے تو میں نے بیٹے کو اس جگہ سے اٹھانے کا ارادہ کیا اور نگاہ اوپر اٹھائی تو آسمان کی طرف ایک بادل ہے جس میں چراغ ہیں، تلاوت قرآن کے وقت یہ نورانی تخت نیچے آتا اور بعد میں اوپر چلا جاتا ہے تو صبح حضور ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اسیدؓ اگر اس طرح پڑھتا رہتا تو صبح کو لوگ ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ جو تیری قراءت سننے کے لئے آئے تھے۔

قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دارمی میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جو ایک حرف پڑھے اس کو ایک نیکی ملے گی اور وہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی، آپ نے فرمایا الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ ''الف'' ایک حرف ''لام'' ایک حرف ''میم'' ایک حرف تو الٓمٓ پر تیس نیکیاں مل جاتی ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے ایک لطیف بات ذکر کی ہے کہ الف پڑھنے میں ایک لکھنے میں تین حرف ہیں، اسی طرح لام بھی لکھنے میں تین حرف، اسی طرح میم بھی لکھنے میں تین حرف، تو اس وقت الٓمٓ پر نوے نیکیاں مل گئیں کتنی فضیلت والی کلام ہے۔

یہ انقلابی کتاب اصلاحی کتاب ہے اس کے ذریعہ دنیا میں انقلاب آیا، بت پرست خدا پرست ہو گئے، جاہل عالم ہو گئے، بے دین دیندار ہو گئے، غیر مہذب تہذیب یافتہ ہو گئے، خدا سے دور اللہ کے مقرب ہو گئے، ذلیل ذلت سے نکل کر عزت کی دولت سے آباد ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا

وَّيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے بلند کرتے ہیں جو قرآن کو اپنا مشغلہ بناتے ہیں، ساری زندگی اس کی اشاعت کرتے ہیں اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی کا قانون عملی طور پر نافذ کرتے ہیں اور جو قرآن سے اعراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پست کرتے ہیں۔(رواہ مسلم عن عمرؓ)

آج بھی مسلمانوں کا تنزل قرآن کے چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے عامل قرآن ہوکر
ہم ذلیل وخوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

ہماری کامیابی کتاب اللہ کے اپنانے میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ کی اتباع وپیروی کرے گا اللہ اس کو گمراہی سے بچائے گا اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے گا۔(رواہ الطبرانی عن ابن عباسؓ)

مؤطا میں مالک ابن انسؒ سے مرسلاً روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب تک ان کو اپناؤ گے ان پر عمل کرتے رہو گے ان کی اشاعت کرتے رہو گے گمراہی سے محفوظ رہو گے، کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ! یہ دو چیزیں ہمارے لئے راہنما ہیں ملک میں ان کے ذریعہ انقلاب آسکتا ہے۔

ہمارے اسلاف نے جگہ جگہ قرآن وحدیث کے درس کھلوائے تاکہ فرنگی کا نظام ختم ہو، محمدی نظام کی اشاعت ہو، فرنگی نے اسکول کالج کا جال بچھایا تاکہ قرآن وحدیث سے رخ پھیرا جائے۔ اب بھی ہم یہی دعوت دیتے ہیں کہ ملک میں انقلاب چاہتے ہو تو قرآن وحدیث کا قانون نافذ کرو۔

درس نمبر۲

عظمت قرآن

مختصر وقت میں عظمت قرآن وجامعیت قرآن پیش کرتا ہوں۔ یہ زندہ آسمانی کتاب ہے، ہر سوال کا جواب دیتی ہے، اس سے پوچھیں تیرا اتارنے والا کون ہے؟ جواب دے گی وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہ اتارنے والا وہی ہے جو رب العالمین ہے جس نے سارے جہان کی تربیت جسمانی وروحانی کا انتظام فرمایا اس سے سوال کریں کہ تیرے لانے والے کون ہیں؟ جواب ملے گا نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ کہ لانے والے جبرئیل امین ہیں اس سے کہیں تجھے کس پر اتارا گیا؟ جواب ملتا ہے نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ حضور ﷺ پر اتارا گیا۔ اس سے کہیں تجھے کیوں اتارا گیا جواب ملتا ہے لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ تاکہ آپ قرآن پڑھ کر لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔ اس سے سوال کریں تجھے کس زبان میں اتارا گیا؟ جواب دے گی بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ عربی زبان میں اتارا گیا اس سے سوال کریں تجھے کس مہینہ میں اتارا گیا؟ جواب دیتی ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہ ماہ رمضان المبارک میں اتارا گیا۔ اس پوچھیں کس رات میں اتارا گیا؟ جواب دیتی ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر جو خیر وبرکت والی رات ہے اس میں اتارا گیا۔

اتارنے والا رب العالمین ہے۔

لانے والا جبرئیل امین ہے۔
جس پر نازل ہوئی وہ رحمۃ للعالمین ہے۔
جس زبان میں آئی وہ عربی مبین ہے۔
جس مقصد کے لئے آئی وہ انذار مبین ہے۔
جس مہینہ میں آئی وہ سب مہینوں سے بہترین ہے۔
جس رات میں اتری وہ تمام راتوں سے افضل ترین ہے۔
جس جگہ میں اتری وہ مکہ مکرمہ تمام شہروں سے اعلیٰ ترین ہے۔
یاد رکھو یہی قرآن خلاصۂ دین ہے۔

رفعت قرآن

حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے:

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اَشْرَفَ الْكُتُبِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِوَاسَطَةِ اَشْرَفِ الْمَلَائِكَةِ فِيْ اَشْرَفِ شُهُوْرِ السَّنَةِ فِيْ اَشْرَفِ اللَّيَالِيْ فِيْ اَشْرَفِ بُقَاعِ الْاَرْضِ فَكَمَّلَ الْقُرْآنَ مِنْ جَمِيْعِ الْوُجُوْهِ.

اللہ تعالیٰ نے افضل کتاب یعنی قرآن مجید کو افضل پیغمبر یعنی حضور اکرم ﷺ پر بواسطہ افضل فرشتہ یعنی جبرائیل امین سال کے افضل مہینہ یعنی رمضان المبارک میں مہینہ کی افضل رات یعنی لیلۃ القدر میں زمین کے افضل

حصہ ومقام یعنی مکہ مکرمہ میں نازل فرمایا تو قرآن تمام وجوہ
سے مکمل ہوگیا۔

اس لئے کتاب اللہ کی تلاوت کیا کرو اس کے معانی اس کی تفسیر وتشریح ومطالب کو حاصل کرو۔اس کے ذریعہ دنیا کے فتنوں سے انسان محفوظ ہوسکتا ہے۔

جامعیت قرآن

ترمذی شریف میں حضرت حارث اعورؓ کی روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ مسجد سے گزرا لوگ بے ہودہ باتوں میں مشغول تھے۔ میں نے حضرت علیؓ سے کہا تو انہوں نے کہا واقعی لوگ مسجد میں دنیاوی باتوں میں مشغول تھے؟ میں نے کہا ہاں! تو حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بہت بڑا فتنہ ظاہر ہوگا، فتنوں کا دور آئے گا، تو میں نے کہا ان فتنوں سے بچنے کا ذریعہ کیا ہوگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کیونکہ اس میں پہلوں کی خبریں اور داستانیں بھی ہیں اور تمہارے بعد کے حالات بھی ہیں اور جو تمہارے درمیان جھگڑے ہوتے ہیں، اس کتاب میں ان کے فیصلے بھی ہیں، یہ قولِ فصل ہے، بیہودہ چیز نہیں ہے، جو مغرور ومتکبر اس کو چھوڑے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے گا اور جس نے قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیز سے ہدایت طلب کی وہ گمراہ ہوگا، اس کو اللہ گمراہ کرے گا، یہ قرآن حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْن ہے، اللہ کی مضبوط رسی ہے اور ذکر حکیم ہے، باحکمت ذکر ہے اور صراط مستقیم ہے، سیدھی راہ ہے، جس کی اتباع سے خواہشات میں کجی نہیں آتی اور نہ قرآن کی زبان سے دوسری زبانیں

ملتی ہیں اور نہ زبانوں میں اختلاط ہوتا ہے اور علماء اس کے پڑھنے سے سیر نہیں ہوتے اور نہ بار بار پڑھنے سے پرانی ہوتی ہے۔ جب اس کلام کو جنوں نے سنا وہ بھی پکار اٹھے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ صواب دکھاتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے۔ **مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ** جو قرآن پڑھ کر بات کرے گا اس نے سچ کہا **وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ** جس نے قرآن کے مطابق عمل کیا اس کو اجر ملے گا **وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ** جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا **وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** جس نے قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دی اس نے سیدھی راہ دکھادی۔

درس نمبر ۳

قرآن میں علوم کا تذکرہ

قرآن مجید جامع کلام ہے ارشاد خداوندی ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (النحل ع ۱۲) ہم نے ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز بیان کرتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام ع ۴) ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

سنن سعید بن منصور میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ جو کوئی علم سیکھنا چاہے وہ قرآن حاصل کرے اس میں اولین وآخرین کی خبر ہے۔ چنانچہ قرآن میں تمام اصول وجزئیات وصنائع کا ذکر ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کا قرآن سے نکالنا ممکن نہ ہو، مگر یہ نعمت اس کو حاصل ہوتی ہے جس کو اللہ نے ''فہم فی القرآن'' یعنی قرآن کی سمجھ دی ہے یہاں تک کہ بعض علماء نے حضور ﷺ کی عمر تریسٹھ سال اس آیت وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَاجَاءَ اَجَلُهَا (المنفقون ع ۲) سے نکالی ہے کیونکہ یہ آیت سر ہے تریسٹھ سورت کا پھر اس کے بعد سورت تغابن ہے اس میں حضور ﷺ کے مفقود ہونے پر افسوس ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت میں قرآن میں جمیع علوم ہیں مگر ان کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ البتہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سمجھ دی ہے انہوں نے ان علوم کو حاصل کیا۔ حضور ﷺ صحابہ وتابعین کے زمانہ میں ہمتیں جوان تھیں اس لئے ان کو زیادہ علم تھا بعد میں سستی ظاہر ہوئی تو اس لئے ان تمام علوم کا ان سے بوجھ نہ اٹھ سکا انہوں نے علوم کو ایک ایک قسم کر ڈالا اور ہر

فن کے ساتھ الگ گروہ قائم ہوا، اس لئے بطور نمونہ ہم قرآن کا جامع ہونا ذکر کرتے ہیں کہ کس طرح قرآن سے علوم وصنائع کو اخذ کیا گیا ہے۔

۱۔قراء نے علم القرأۃ کو لیا، صرف قرآن کے الفاظ کے مخارج، تعداد سورت، آیات وکلمات واجزاء، ربع، نصف، ثلث، ضبط لغات وکلمات، متشابہ ومتماثلہ سے بحث کی۔

۲۔متکلمین نے علم الکلام کو لیا۔ دلائل عقلیہ ونقلیہ قائم کر کے اللہ کے وجود وقدم وقدرت ووحدانیت ونبوت وآخرت کے متعلقات سے بحث کی۔ جیسے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ع ۲) کی آیت سے اللہ کی وحدانیت وغیرہ پر دلیل قائم کی۔

۳۔ اہل اصول نے اصول فقہ کو لیا۔ انہوں نے قرآن میں مقتضی، عموم وخصوص، حقیقت ومجاز، ظاہر، نص، مفسر، مجمل، مشکل، متشابہ، محکم، امر نہی، استصحاب حال وغیرہ کو پایا تو ان سے بحث کی۔

۴۔فقہاء نے علم الفقہ کو اخذ کیا۔ انہوں نے حلال وحرام کے احکام میں غور کیا، دیگر احکام میں فکر کی اور جزئی احکام لکھے اور فروع سے بحث کی۔

۵۔اہل میراث نے علم الفرائض کو قرآن سے لیا۔ انہوں نے آیت میراث سے اہل حصہ اور حصص کی تشریح کو معلوم کیا، حصے مقرر کیے، اس کے متعلق احکام وحصص سے بھی بحث کی۔

۶۔نحاۃ نے علم النحو وعلم الصرف کو اخذ کیا۔ انہوں نے اسم، فعل، حرف،

معرب ،مبنی ، لازم ،متعدی ،حروف عاملہ وغیر عاملہ ،مبتداء وخبر ، جملہ اسمیہ وفعلیہ اوران کے تمام متعلقات سے بحث کی ۔

۷۔اہل تاریخ نے علم التاریخ کولیا۔قرآن میں تمام قرون اولیٰ کے قصص میں غور وفکر کیا ،ان خبروں کونقل کیا ،ان آثار کی تدوین وترتیب کی ،اس طرح پران امور کو ضبط کیا کہ اول سے آخر تک یہ مدون ہوگئے ۔

۸۔ وعظاء وخطباء نے علم الوعظ کوقرآن سے لیا ہے ۔انہوں نے وعد وعید ، انذار تبشیر ،حشر ونشر ،حساب وکتاب ،ثواب وعقاب ،جنت وجہنم کے دل دہلانے والے واقعات جمع کئے ،حکم وامثال کوذکر کیا ،وعظ کے اصول ذکر کئے ۔

۹۔اہل تعبیر نے علم تعبیر الرؤیاء کواسی سے لیا۔حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے جس میں ان کا خواب ہے اور دوقیدیوں کا خواب ہے ،اس سے تعبیر خواب کے اصول وضع کئے ، پہلے تعبیر قرآن سے ، پھر حدیث سے ، پھر حکم وامثال سے ذکر کرتے ہیں ۔

۱۰۔اہل معانی نے علم المعانی ،علم البیان ،علم البدیع قرآن سے استنباط کیا ہے ان کی توجہ حسن نظم ،فصاحت وبلاغت کے طرق اطناب ،ایجاز ،کلام کو بڑھانا ،مختصر کرنا ، سیاق وسباق کی عمدگی کی طرف رہی ۔

۱۱۔اہل تصوف نے علم السلوک قرآن سے استخراج کیا۔ان پر الفاظ ومعانی کے جواسرار منکشف ہوئے اس سے انہوں نے اپنے فن کی اصطلاحات ،قبض وبسط ، انس وحشت ،فناء وبقا ،حضور خوف کواخذ کیا۔

۱۲۔بعض نے ان آیات میں غور کیا جس میں اللہ کی حکمت باہرہ کے دلائل تھے جیسے وہ آیات جن میں رات، دن، چاند، سورج، ستارے، بروج، منازل کا ذکر ہے تو اس فن کا نام علم المواقیت رکھا۔

۱۳۔اہل تفسیر نے معانی کی تشریح، شان نزول، آیات وسورۃ، مکیہ، مدنیہ ہونے کی تحقیق جیسے امور سے بحث کی اور فن کا نام علم التفسیر رکھا۔

۱۴۔اہل طب نے علم الطب کو لیا۔جن آیات میں حفظ صحت کا نظام موجود ہے ان میں غور کیا جیسے وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا(الفرقان ع ۶) یہ آیت جامع ہے اس میں اعتدال مزاج کا ذکر ہے، اس سے نظام صحت حاصل ہوتا ہے، یہی طب کا مقصود ہے، پھر بیماری کے بعد شفاء کس سے حاصل ہوگی اس کا ذکر اس آیت میں ہے شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ(النحل ع۸) ۔

۱۵۔اہل مناظرہ نے علم المناظرہ اسی سے لیا ہے۔اس کے لئے اصل عظیم اور بنیادی مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ ہے۔

۱۶۔علم الحدیث بھی قرآن سے ماخوذ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اٰل عمران ع ۱۷) حکمت سے مراد سنت ہے۔

۱۷۔علم اسناد الحدیث قرآن سے لیا گیا ہے۔اَوْ اَثٰرَةٍ مِنْ عِلْمٍ (احقاف ع ۱) جو علم نقل سے ساتھ چلا آئے جیسے حدیث کی سند ہوتی ہے۔

۱۸۔بعض نے علم ہیئت اسی سے اخذ کیا ہے۔جن آیات میں زمین وآسمان، عالم علوی وسفلی کی چیزوں کا ذکر ہے، ان میں ہیئت کا ذکر ہے۔

۱۹۔بعض نے علم الہندسہ کو اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ (مرسلٰت ع ۱) سے اس طرح لیا ہے کہ علم ہندسہ کا قاعدہ ہے کہ شکل مثلث کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔

۲۰۔بعض نے علم نجوم کو اَوْ اَثٰرَۃٍ مِنْ عِلْمٍ (احقاف ع ۱) سے اخذ کیا ہے۔

درس نمبر ۴

قرآن میں صنائع کا تذکرہ

جس طرح قرآن میں تمام علوم واصول کا ذکر ہے جن کا بطور نمونہ ذکر کردیا ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں صنائع کا ذکر بھی ہے۔بطور نمونہ ان کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

خیاطت۔درزی کا کام اس کا ذکر قرآن میں ہے اس کی دلیل وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ(طٰہٰ ع۷) کی آیت ہے (حضرت آدم وحوا علیہما السلام پتوں کو جوڑتے تھے جیسے درزی کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑتا ہے)

۲۔خصف۔جوتا سینے کا کام ہے،اس کا ذکر بھی مذکورہ آیت میں ہے کیونکہ خصف کا معنی جوتا بنانے کا ہے۔

۳۔حدائت۔آہنگری،لوہار کا کام کرنا اس کا ذکر اس آیتوں میں ہے۔ اِتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (کھف ع ۱۱) وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ(سبا ع۲) (میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ) (اس کے لئے لوہا نرم کردیا گیا یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے)

۴۔معماری کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ (الذاریات ع ۳) آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔

۵۔نجارت:لکڑی بنانے کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا(ھود ع۴) (حضرت نوح علیہ السلام کو کہا ہمارے سامنے کشتی بناؤ)

۶۔غزل:سوت کاتنا۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے وَلَاتَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا(النحل ع۱۳)(اور نہ ہو اس کی طرح جس نے اپنا سوت کاتا ہوا توڑا)

۷۔نسج: جولاہی کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتاً (العنکبوت ع ۴) (جیسے مکڑی نے اپنا گھر بنایا وہ جالا تنتی ہے)

۸۔فلاحت: کھیتی باڑی کا کام۔اس کا ذکر اَفَرَئَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (الواقعة ع ۲) میں ہے۔(بھلا دیکھو جو تم بوتے ہو)

۹۔صید: شکار کرنا اس کا ذکر وَاُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ (المائدہ ع ۱۳) (حلال ہے تمہارے لئے سمندر کا شکار)

۱۰۔غوص: غوطہ لگانا۔اس آیت میں ذکر ہے کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ (ص ع ۳) (سارے عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے)

۱۱۔صیاغت: سنیار کا کام اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّھِمْ عِجْلاً جَسَداً (الاعراف ع ۱۸) (موسیٰ کی قوم نے ان کے پیچھے اپنے زیوات سے بچھڑا بنایا)

۱۲۔زجاجت: شیشہ بنانے کا کام اس آیت میں ہے۔صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ (النمل ع ۳) (ایک محل جڑا ہوا جس میں شیشے ہیں۔)

۱۳۔فخارت: اینٹ پختہ کرنا۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔فَاَوْقِدْ لِیْ یَاھَامَانُ عَلَی الطِّیْنِ (المومن ع ۴) (اے ہامان آگ دے میرے لئے گارے کو)

۱۴۔ملاحت: ملاحی کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسَاکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ (کھف ع ۱۰) (کشتی محتاجوں کے لئے تھی جو دریا میں کام کرتے تھے)

۱۵۔کتابت: لکھنے کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (علق ع ۱) (سکھایا قلم سے)

۱۶۔خُبز وعَجن: آٹا گوندھنا، روٹی پکانا؛ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزاً (یوسف ع۵) (اپنے سر پر روٹی اٹھاتا ہوں)

۱۷۔طبخ: باورچی کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ (ھود ع۷) (لے آیا بچھڑا بھنا ہوا)

۱۸۔قصارت: دھوبی۔کپڑے دھونے کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ (المدثر ع ۱) (اپنے کپڑے پاک رکھ) قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ (الصف ع۲) (حواریوں نے کہا یعنی دھوبی)

۱۹۔جزارت: قصابی کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ (المائدہ ع ۱) (مگر جو تم نے ذبح کیا)

۲۰۔صباغت رنگریزی کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔صِبْغَةَ اللّٰہِ (بقرہ ع ۱۶) (ہم نے لیا اللہ کا رنگ) بِیْضٌ وَّحُمْرٌ (فاطر ع۴) (سفید اور سرخ)

۲۱۔حجارت: پتھر تراشنے کا کام۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتاً (الشعراء ع۷) (اور پہاڑوں سے تراشتے ہو گھر)

۲۲۔کیل، وزن: یعنی بھرنا تولنا۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ (المطففین ع ۱) (یعنی جب ان کو بھرتی کر دیتے ہیں یا جب ان کو تول

دیتے ہیں)

۲۳۔تیراندازی۔اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ (الانفال ع ۲) (اور نہیں کنکری پھینکی جب آپ نے پھینکی) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال ع ۸) (جتنی طاقت رکھتے ہو اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو) حدیث میں اس کی تفسیر تیراندازی سے ہے لیکن یہ لفظ عام ہے تیر، بندوق چلانا تمام آلات حرب اس میں داخل ہیں۔

۲۴۔کھانے پینے کا کام۔كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (بقرہ ع ۷) میں اس کا ذکر ہے (کھاؤ اور پیو)

۲۵۔بیع وشراء: بیچنا، خریدنا۔اس کا ذکر اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ (البقرہ : ع ۳۸) میں ہے (اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے۔

۲۶۔فن انتظام ولشکر کا ذکر اس آیت میں ہے۔ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (بنی اسرائیل ع ۷) (اور ان پر پکار اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ)

خلاصہ: تمام امور وصنائع کا ذکر قرآن میں ہے جس کا ذکر وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ع ۱) میں ہے کہ اللہ نے وہ چیزیں پیدا کی ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔

درس نمبر ۵

سورۃ فاتحہ کے رکوع وآیات وکلمات وحروف کی تعداد

اس کا ایک رکوع، سات آیات، پچیس کلمات، ایک سو تئیس حروف ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے مکی و مدنی ہونے کی تحقیق

مکی وہ سورتیں ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں، اور مدنی وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں، یہی قول محقق ہے۔ سورۃ فاتحہ جمہور علماء کے نزدیک سورۃ مکیہ ہے، جب کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابتدائی آیات سورۃ اقرأ کی اتریں، پھر سورۃ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ اتری، جیسا کہ بیہقی میں ہے اور تفسیر قرطبی میں ہے حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ میں علیحدگی میں غیب سے آواز سنتا ہوں مجھے اپنی جان کا ڈر ہے تو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا۔ آپ تو امانت کی حفاظت کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے، سچ بولنے والے ہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے کہا اے ابوبکرؓ حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جاؤ۔ یہ لے گئے تو انہوں نے حال معلوم کیا تو آپ نے فرمایا مجھے غیب سے یا محمد، یا محمد (ﷺ) کی آواز آتی ہے جس سے مجھے دہشت ہوتی ہے تو ورقہ نے کہا کہ آپ نہ ڈریں، اس بات کو سنیں اور بعد میں مجھے بتائیں اس کے بعد ایک مرتبہ علیحدگی میں آواز آئی اے محمد ﷺ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (الفاتحة) آخر تک۔

اس کے بعد ورقہ سے کہا تو ورقہ بن نوفل نے کہا اے محمد (ﷺ) تیرے لئے بشارت و خوشخبری ہے بلاشک تو وہی نبی ہے جس کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور

تیری شریعت موسیٰ علیہ السلام کے طرز پر ہوگی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رسول ہے۔

تو اس قصہ سے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ مکیہ ہے۔ بعض علماء نے اس کو مدنیہ کہا ہے۔ تطبیق اس طرح ہے کہ یہ سورۃ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک دفعہ ہجرت سے پہلے جب نماز کی فرضیت ہوئی اور ایک دفعہ ہجرت کے بعد جب قبلہ کی تحویل ہوئی۔ پھر جمہور علماء کے نزدیک سب سے پہلے سورۃ اقرأ نازل ہوئی اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوئی تو اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ اوّلیت حقیقۃً تو سورۃ اقرأ کے لئے ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرأ کی چند آیات اتریں، پوری سورۃ نہیں اتری اور پوری سورۃ کے اعتبار سے نزول اولیٰ سورۃ فاتحہ کے لئے ہے کیونکہ پوری سورۃ سب سے پہلے فاتحہ نازل ہوئی۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت و جامعیت

سورۃ فاتحہ کی فضیلت و جامعیت اختصاراً ذکر کی جاتی ہے۔ تاکہ سورۃ کی اہمیت معلوم ہو۔ اس کی فضیلت مختلف وجوہ سے ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پوچھا کہ تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا سورۃ فاتحہ! تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسی سورۃ نہ تورات میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نازل کی گئی۔

اس کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کو قرآن کی عظیم سورۃ کہا گیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد میں نماز

پڑھ رہا تھا تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا، پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے میں تجھے ایسی سورۃ نہ بتاؤں جو سب سورتوں سے بڑی سورۃ ہے میں نے کہا ضرور بتائیں، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب مسجد سے باہر جانے کا ارادہ فرمانے لگے تو میں نے وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا قرآن کی سورتوں سے بڑی سورۃ کی تعلیم دوں گا، تو آپ نے فرمایا وہ یہی سورۃ فاتحہ ہے۔ جس کی سات آیات ہیں جس کو بار بار پڑھا جاتا ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ یہ پہلی سورۃ ہے جو مکمل اتری ہے۔ اس وجہ سے بھی فضیلت ہے کہ یہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ قرآن سارا شرح ہے یہ متن ہے۔ جب کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے چار حصے ہیں، ہر حصہ الحمد سے شروع ہوتا ہے۔

۱۔ سورۃ فاتحہ سے سورۃ انعام تک: اس میں خالقیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے یعنی اکثر مضامین احوال پیدائش کے متعلق ہیں۔

۲۔ سورۃ انعام سے لے کر سورۃ کہف تک ربوبیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے یعنی پیدا بھی اللہ نے کیا ہے تربیت کرنے والا بھی وہی ہے۔ اکثر مضامین اس کے متعلق ہیں۔

۳۔ سورۃ کہف سے سورۃ سبا تک اس میں تصرف باری تعالیٰ کا ذکر ہے یعنی اکثر مضامین اسی کے متعلق ہیں کہ برکات دینے والا، سب کچھ دینے والا وہی ہے۔

۴۔ سورت سبا سے آخر تک: اس میں احوال قیامت کا اکثر ذکر ہے، پھر قرآن

کا خلاصہ حوامیم ہیں جن کا مضمون ہے حَصْرُ النِّدَآءِ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ کہ مشکلات میں ایک اللہ کا پکارنا، اسی سے حاجات کو مانگنا، پھر حوامیم کا مبدأ سورۃ زمر ہے جس کا مضمون حَصْرُ الْعِبَادَۃِ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ کے لئے ہے تو ان سب کا ذکر فاتحہ میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے صفت مشہورہ خالق والی مراد ہے کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے اس میں پہلے حصہ کا ذکر ہوا۔

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہ تربیت کرنے والا بھی اللہ ہے۔اس میں دوسرے حصہ کا ذکر ہوا۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں تیسرے حصہ کا ذکر ہے کہ بادشاہی اللہ کی ہے وہی برکات دینے والا ہے۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں چوتھا حصہ ہے کہ اللہ ہی جزاء کے دن کا مالک ہے۔ یہ نفی تشفیع قہری ہے کہ زور سے سفارش نہیں چل سکتی بغیر اس کی اجازت کے۔

پھر اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں سورۃ زمر کا خلاصہ ہے کہ عبادت کا مستحق اللہ ہی ہے وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں حوامیم کا خلاصہ ہے کہ حاجات غائبہ میں ایک اللہ سے مدد مانگنی ہے، اسی کو پکارنا ہے۔تو اس لیے فاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ ہوئی۔

یہ اہم سورۃ ہے اس لئے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ آپ خوش ہوں کہ اللہ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ایک سورۃ فاتحہ، دوسری سورۃ بقرہ۔

اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ سورۃ کس قدر فضیلت والی ہے کہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے، پڑھانے، سمجھنے، سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر ۶

سورۂ فاتحہ کے نام

سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں ان میں سے مشہور نام ذکر کئے جاتے

ہیں۔قاعدہ ہے کَثْرَۃُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلیٰ شَرَفِ الْمُسَمّٰی جس کے نام بہت ہوں یہ بھی اس کی عظمت کی دلیل ہے بطور نمونہ مشہور نام ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ **فاتحۃ الکتاب:** کیونکہ قرآن مجید کی ابتداء اس سے ہے۔

۲۔ **سورۃ الحمد:** کیونکہ اس کی ابتداء الحمدللہ سے ہے۔

۳۔**ام القرآن یا ام الکتاب** : ام کا معنی ماں کا ہے جیسے ماں اپنی اولاد پر مشتمل ہوتی ہے، اسی طرح یہ سورۃ سارے قرآن کے مضامین پر مشتمل ہے یا ام کا معنیٰ اصل ہے یہ سورت بھی قرآن کے مضامین کا اصل وجڑ ہے یہی خلاصہ ہے، سارے مضامین قرآنیہ کا اجمالی خاکہ اس میں ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں ان سب کا خلاصہ چار کتابوں میں ہے۔یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن، پھر تین کتابوں کا خلاصہ قرآن میں ہے، پھر قرآن کا خلاصہ مفصلات میں ہے اور مفصلات کا خلاصہ فاتحہ میں ہے۔

اور مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ میں ہے اور اس کا خلاصہ با میں ہے اور اس کا خلاصہ با کے نقطہ میں ہے کیونکہ باء کا حرف الصاق کے لئے آتا ہے، الصاق کا معنی ملانے کا ہے اور باء کے نقطہ میں وحدت ہے تو قرآن کا خلاصہ ہوا ایک اللہ تعالیٰ سے جوڑو باقی سب سے توڑو۔

حضرت مدنیؒ کا مقولہ ان کے اپنے مکتوبات میں ہے ''بابا رشتہ سب سے توڑ، بابا رشتہ رب سے جوڑ'' تو فاتحہ قرآن کا خلاصہ ہوئی۔

۴۔ **الکنز** :یعنی علوم الٰہیہ کا خزینہ حضور ﷺ نے فرمایا **اُوْتِیْتُ کَنْزًا مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ** مجھے جنت کے خزانوں سے ایک خزانہ ملا ہے وہ فاتحہ ہے۔ دوسری حدیث قدسی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

۵۔ **السبع المثانی** :یعنی سات آیات دہرائی ہوئیں۔ کیونکہ اس کی سات آیات ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں۔

۶۔ **الشفاء یا شافیه** :حضور ﷺ نے فرمایا **سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ** سورت فاتحہ موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

۷۔ **کافیه** :خیر و برکت کے لئے کافی ہے۔

۸۔ **وافیه**: کیونکہ ہر رکعت میں پوری پڑھی جاتی ہے۔

۹۔ **الاساس** :جس کا معنی بنیاد ہے کیونکہ یہ سارے قرآن کے لئے بنیاد ہے۔

۱۰۔ **تعلیم المسئله** : کیونکہ اس میں مانگنے کا طریقہ سکھلایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس طرح مانگو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو اس کی تعریف کے بعد اس سے مانگو وہ دے گا۔

۱۱۔ **الصلوٰة** : کیونکہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ** کہ سورۃ فاتحہ کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اس کے ایک حصہ میں اللہ کی تعریف ہے اور دوسرے حصہ میں بندے کی دعا ہے۔

۱۲۔ **القرآن العظیم** : کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ** (الحجر ع ۶) کہ ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے، قرآن عظیم یہی فاتحہ ہے کیونکہ مضامین قرآنیہ پر مشتمل ہے اس لئے اس کو قرآن عظیم فرمایا ہے۔

۱۳۔ **سورۃ الشکر** : اس میں شکر کا طریقہ ہے کہ شکر اس طرح ادا کرو۔

۱۴۔ **سورۃ الدعاء** : یہ سورۃ بھی دعا پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ **سورۃ المناجات**: اس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کا طریقہ بتلایا ہے۔

درس نمبر ۷

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تعوذ وتسمیہ وفاتحہ میں تعلق

ربط نمبر ۱

جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو پڑھا تو اس نسخہ کے استعمال سے انسان شیطان کے شر سے محفوظ ہو گیا اور شیطان پر غالب آ گیا تو اس کے لئے خوشی منائی اور جس ذات کی مدد سے باطنی دشمن کے شر سے محفوظ ہوا تو اس کا شکر ادا کیا اور کہا الحمدللہ! یا اللہ تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے مجھے شیاطین کے شر سے محفوظ کر لیا۔

ربط نمبر ۲

جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہا تو اللہ کا لفظ آیا تو اس سے اللہ کی پہچان کا شوق ہوا تو اجمالی پہچان بِسْمِ اللّٰہِ میں کرادی اور تفصیلی پہچان اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے کرادی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دعویٰ ہے، رَبِّ الْعَالَمِیْن دلیل ہے، جس طرح انسانوں میں طریقہ ہے کہ اپنے دعویٰ کو مبرہن و مدلل کرتے ہیں، اس دعویٰ پر دلیل قائم کرتے ہیں تاکہ دعویٰ مضبوط ہو جائے، اس طرح اللہ نے بھی دعویٰ فرمایا، کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، صرف اللہ کے لیے تعریف کرو، اس پر دلیل قائم فرمائی کہ اللہ تمہاری تربیت و پرورش کرنے والا ہے، تو جس کا کھایئے اس کا گایئے۔

دعویٰ کی تشریح

جب تم ماں کے پیٹ میں تھے اس نے پرورش کی، پھر جب باہر آئے تب

بھی اس نے ماں کے سینہ میں دو نہریں لگا دیں اور تمہاری پرورش کی ، جب جوان ہوئے تب بھی ، جب بوڑھے ہوئے تب بھی اس نے پرورش فرمائی۔ تو جس اللہ نے تمہاری جسمانی تربیت کی کہ آسمان سے پانی اتارا ، زمین سے انگوری نکالی ، تمہاری غذا کا انتظام کیا اور تربیت روحانی بھی کی ، حضور ﷺ کو بھیجا ، کتاب اللہ ، قرآن مجید کو اتارا ، اسی اللہ کی حمد وثنا کرو ، اس میں تمہارا فائدہ ہے اللہ کو ضرورت نہیں کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اپنے حال کے مناسب اللہ کی تعریف کرتی ہے۔ تم سمجھتے ہو درخت کھڑے ہیں حالانکہ یہ قیام کی صورت میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں ، تم نے سمجھا جانور اس طرح جھک کر چل رہے ہیں حالانکہ وہ رکوع کی صورت میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں ، تم خیال کرتے ہو سانپ ، بچھو ، حشرات الارض ایسے زمین پر چل رہے ہیں حالانکہ یہ سجدہ کی صورت میں خدا کی عبادت کر رہے ہیں ، کسی کی عبادت صرف قیام کی ، کسی کی عبادت صرف رکوع کی ، کسی کی عبادت صرف سجدہ کی۔

جامع انسان کی عبادت بھی جامع ہے

مگر انسان کامل و جامع تھا اس لئے اس کی عبادت بھی جامع ہے۔ انسان اس طرح جامع ہے کہ ایک عالم کبیر ہے بڑا جہان جس میں آسمان ، زمین ، پہاڑ ، درخت وغیرہ ہیں تو اس بڑے جہان کی تمام چیزوں کا نقشہ و نمونہ اللہ نے انسان جو عالم صغیر ہے اس کی مشینری میں رکھ دیا ہے۔ جیسے اس جہان میں آسمان و زمین ہیں ، آسمان میں

بلندی اور زمین میں پستی ہے تو انسان کا سر آسمان کی طرح بلندی میں ہے اور پاؤں زمین کی طرح پستی میں ہیں۔ پھر اس عالم میں پہاڑ ہیں، بعض پہاڑ سبزہ دار اور بعض خالی ہیں اور پھر بعض پر گنجان سبزہ اور بعض پر ہلکا۔ تو انسان میں ہڈیاں پہاڑوں کی طرح ہیں، پھر بعض پر بال زیادہ ہیں، بعض پر کم ہیں، بعض بالوں سے خالی ہیں، پھر اس جہان میں پانی ہے، پانی میٹھا بھی ہے، کڑوا بھی، کھارا اور نمکین بھی، تو انسان میں لعاب دہن کا پانی میٹھا ہے، پتہ کا پانی کڑوا ہے، ناک کا پانی نمکین ہے، پھر دنیا میں ہوا بھی ہے، ہوا ٹھنڈی بھی ہے، گرم بھی ہے اور بدبودار بھی، تو انسان میں اس کا نمونہ ہے، سانس اندر جاتا ہے تو ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے، سانس باہر آتا ہے تو گرم ہوا ہوتی ہے۔ اور بدبودار ہوا بھی انسان سے خارج ہوتی ہے، اس دنیا میں سمندر بھی ہیں، نہریں بھی، تو مثانہ سمندر کا نمونہ ہے، انتڑیاں نہروں کا نمونہ ہے، اس جہان میں جنگل ہیں، پھر ان میں جانور ہیں تو انسان میں اس کا نمونہ انسان کا سر ہے۔ یہ جنگل کی طرح ہے، سر میں جوئیں یہ جانوروں کی طرح ہیں، اس دنیا میں پرندے بھی ہیں جو اونچے اڑتے ہیں اور درندے بھی ہیں جو کاٹتے ہیں تو انسان پرندہ بھی ہے، ہوائی جہاز اور راکٹ پر سفر کرتا ہے اور انسان درندہ بھی ہے کہ انسان انسان کو کاٹتا ہے، بلکہ درندے سے بھی بڑھ گیا کہ اپنی جنس کو کاٹتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بننے کا طریقہ سکھلایا، کہ الحمدللہ کہو جب اللہ سے تعلق قائم ہوگا تو تم میں انسانیت آئے گی۔

سوال

دنیا میں غیروں کی تعریف بھی ہوتی ہے بہت سے دلکش نظارے، حسین مناظر، نفع دینے والی چیزیں ہیں جو انسان کو اپنی تعریف پر مجبور کرتی ہیں۔ انسان ان کی تعریف کرتا ہے کہ یہ عالم ہے، یہ زاہد ہے، یہ اپنے فن میں ماہر ہے تو صرف اللہ کی تعریف نہ ہوئی غیر کی تعریف بھی ہوئی۔

جواب

نقش ونگار کی تعریف اصل میں نقاش کی تعریف ہے اور تصویر کی خوبی ذکر کرنا اصل میں مصوِّر کی تعریف ہے، کسی کی صنعت وحرفت وکاریگری کی تعریف اس کے بنانے والے کی تعریف ہے، جس قادر مطلق کی قدرت کے یہ مناظر ہیں۔ تو یہ حمد اصل میں اللہ کی ہوئی، کیونکہ اگر عالم کی تعریف اس کے علم کی وجہ سے ہے، یا زاہد کی تعریف اس کے زہد کی وجہ سے ہے، یا کاریگر کی تعریف اس کی کاریگری کی وجہ سے ہے، تو یہ علم وزہد وکاریگری کی قوت عطا کرنے والا اللہ ہے، لہٰذا حقیقت میں سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہوئیں۔

رب العالمین

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ : تربیت کا معنی ہے آہستہ آہستہ شے کو حد کمال تک پہنچانا۔ اللہ نے بھی انسان کو درجہ بدرجہ آہستہ آہستہ کمال تک پہنچایا ہے۔ انسان کی عجیب وغریب طریقہ سے پرورش کر کے کمال تک پہنچایا۔

جس لقمہ کو منہ میں ڈالتے ہیں اس میں کبھی غور کیا، صبح وشام دوپہر کئی لقمے نگل

گئے لیکن کبھی سوچا کہ یہ لقمہ کیسے تیار ہوا، اور تیرے منہ میں کیسے پہنچا، پوری کائنات کو اللہ نے تیری غذا کے پکانے کے لئے خدمت میں لگا دیا، ہر چیز اپنی ڈیوٹی دے رہی ہے، آسمان سے بارش اتاری، اس سے زمین تر ہوئی، اس نے کھیتی اگائی، پھر سورج کی گرمی، تپش، دھوپ سے اس کھیتی کو پکایا، چاند کی تابانی اس کے پکانے کے لئے، ستاروں کی چمک دمک اس کے پکانے کے لئے، اس کو سرسبز کرنے کے لئے جانوروں کی محنت کہ ان کو جوتا جاتا ہے، انسان ہل چلاتا ہے، انسان کی محنت وکوشش سے ساری مخلوق کا نظام اس کھیتی کے پکانے کے لئے ہے، تو یہ انسان جسے اللہ نے محترم کائنات بنایا اور ساری کائنات کو اس کی خدمت کے لئے نظام مستحکم کے ساتھ مقرر کیا، اس انسان کا بھی کوئی کام ہے، وہ کام اللہ کی حمد وثنا ہے، یہی عبادت ہے کہ اس کی تعریف کرو جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سوال

عَالَمِیْنَ جمع ہے عَالَمٌ کی، عَالَمٌ ''ماسوی اللہ'' کو کہتے ہیں تو پھر جمع ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب

جمع لانا عالَم کے انواع کے اعتبار سے ہے، اس کے نوع واقسام مختلف ہیں، ایک یہ جہان ہے جس میں ہم کھاتے پیتے، چلتے پھرتے ہیں۔ دوسرے جہان وہ ہیں جنہیں ہم دیکھ نہیں پاتے، وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، ایسے ہزاروں جہان

ہیں۔حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں چالیس ہزار عالم ہیں۔حضرت مقاتلؒ نے کہا اسی ہزار عالم ہیں۔اس غیر متناہی خلا میں جس کی حد ونہایت نہیں لاکھوں عالم آباد ہیں۔سائنس کی جدید تحقیق نے جو بات اب ثابت کی ہے کہ سیارات، مریخ، چاند پر بھی لوگ آباد ہیں ہمارے اسلامی فلاسفر امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں سات سو اسی سال پہلے لکھ دیا تھا کہ اس خلا میں بھی لوگ آباد ہیں۔

اشکال

فلاسفر کا یہ اشکال تھا کہ خلا کی ہوا انسان کے مزاج کے مناسب نہیں۔

جواب

ہمارے اسلامی فلاسفر نے کہا کہ وہاں کے لوگ بھی مختلف ہیں، ان کے مزاج، طبائع، خصوصیات بھی مختلف ہیں۔وہ ہوا ان کے مزاج کے مناسب ہے اگر چہ اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے مناسب نہیں۔تو اس لئے ثابت ہوا کہ جہان کے اجناس مختلف ہیں۔زمین، آسمان، انسان، حیوان، جن، فرشتے، ہوا، باران وغیرہ یہ سب عالمین میں داخل ہیں۔بعض مفسرین نے اس لفظ اللہ سے صفت مشہورہ خالق والی مراد لی ہے کہ تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں جو تمہارا خالق ہے۔پھر وہی رب بھی ہے پیدا اس نے کیا، تربیت اس نے کی، لہٰذا تم اسکی تعریف کرو جیسے ہر چیز اللہ کی توحید پر گواہی دے رہی ہے۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

ہر گیاہے کہ از زمین روید وحدہ لاشریک لہ گوید

زمین سے اگنے والا گھاس بھی اللہ کی توحید کی گواہی دیتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب گھاس ہوا کے وقت ایک طرف مائل ہوتا ہے تو کہتا ہے لا الٰہ پھر جب دوسری طرف مائل ہوتا ہے تو کہتا ہے الا اللّٰہ تم بھی اس تصور سے عبرت کی نگاہ سے باغ کھیتی کی سیر کرو تو تمہاری زبان سے بے اختیار یہ جملے نکلیں گے لا الٰہ الا اللّٰہ ہر وقت اللہ کی یاد رہے گی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی ایک قدم پر اللّٰہ دوسرے قدم پر ہٗ کہتے۔ اس لئے ہمیں بھی ہر وقت یاد خدا میں گزارنا چاہئے، قرآن مجید کا درس اس لئے ہوتا ہے کہ جس طرح موسم برسات میں بارش ہو تو گل کھلتے ہیں، سبزہ ہوتا ہے، رونق آتی ہے، اس طرح قرآن کے وعظ و درس سے دل، دماغ، ہاتھ، قدم، آنکھ، کان، انسانی اعضاء پر جو گناہوں کی میل و سیاہی ہوتی ہے، وہ دھل جاتی ہے، ایمان تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ یہ مسجدیں بھی دارالشفاء ہیں جیسے ہسپتال میں جسمانی مریض حصول شفاء کے لئے جاتے ہیں، تو اس طرح روحانی مریض کے لئے روحانی بیماری کا علاج مساجد میں آنا، قرآن سننا ہے۔

تعوذ و تسمیہ سے ابتدا کی حکمت

تعوذ و تسمیہ سے شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے دو قسم کے دشمن ہیں، ایک ظاہری جو نظر آتا ہے، ہمارے سامنے ہوتا ہے، آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں، اس

کا مقابلہ آسان ہے، ہاتھ سے اور ہتھیار سے اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں، دوسرا دشمن باطنی جو ہمیں نظر نہیں آتا، اس کو ہم دیکھ نہیں سکتے، اس کا مقابلہ مشکل ہے، یہ شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف ع ۳)

شیطان اور اسکی جماعت تم کو دیکھ رہی ہے مگر تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔

تو اس شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے، اس کے داؤ سے بچ نکلنے کے لئے، اس کے وساوس و اثرات سے حفاظت کا نسخہ بتلایا گیا کہ تعوذ و تسمیہ پڑھ لو آپ حصن حصین مضبوط قلعہ میں آجاؤ گے اور شیطانی خیالات سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

نسخہ کا پہلا جز اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اس میں پناہ مانگنے کی تعلیم ہے۔ پناہ مانگنے والا انسان ہے، جس کے ساتھ پناہ مانگی جارہی ہے، وہ رحمٰن ہے، اور جس سے پناہ مانگی جارہی ہے وہ شیطان ہے، جس مقصد کے لئے پناہ مانگتے ہیں وہ شر شیطان سے امان ہے۔

نسخہ کا دوسرا جز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی تعلیم ہے۔ امداد مانگنے والا انسان ہے، جس سے مدد مانگی جارہی ہے وہ رحمٰن ہے، جس مقصد کے لئے مدد مانگتے ہیں وہ حفاظت کا سامان ہے، تاکہ ہمارا ایمان، ہمارا مال، ہماری جان محفوظ ہو جائے۔

مشرکین باسم اللات والعزی کہتے تھے لات و عزی کے نام سے مدد طلب کرتے تھے تو بسم اللہ کی آیت نازل ہوئی۔ حکم ہوا کہ تم اللہ کے نام سے مدد طلب

کرو۔ جیسے ذات خدا سے مدد طلب کی جاتی ہے اسی طرح صفات خدا سے بھی مدد طلب کی جاتی ہے، اس لئے لفظ اسم زائد نہیں ہے اور نہ اس کے زائد کہنے کی ضرورت ہے۔

تعوذ وتسمیہ کے الفاظ کی معنوی تحقیق

اَعُوْذُ عَاذَ یَعُوْذُ عَوْذًا سے ہے جس کا معنی پناہ مانگنا۔ **باللّٰہ** میں باء استعانت کی ہے اعتصام باللہ سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ **من الشیطن** یہ شیطنت سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرکشی ہے، شیطان بھی سرکشی کرنے والا ہے، اس کے دو باب ہیں۔

۱۔ **شَاطَ یَشِیْطُ شَیْطًا** کا باب اس وقت نون زائد ہوگا معنی ہلاکت کا ہے شیطان بھی ہلاک ہونے والا ہے۔

۲۔ **شَطَنَ یَشْطُنُ شَطْنًا** کا باب اس قت نون اصلی ہوگا جس کا معنی رحمت سے دوری کا ہے اور شیطان بھی اللہ کی رحمت سے دور ہونے والا ہے۔

الرجیم : بمعنی مرجوم فعیل کا صیغہ مفعول کے معنی میں ہے۔ اس کا معنی مردود کا ہے، اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا، چونکہ سرکشی کرنے والے اور بھی بہت تھے اس لئے **رجیم** کی صفت لاکر تعیین کردی کہ اس سے مراد ابلیس ہے۔ شیطان جنوں سے بھی ہیں اور انسانوں سے بھی ہیں۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ

اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ (الانعام ع ۱۴)

ہر نبی کے لئے دشمنی کرنے والے مخالفین جنوں اور انسانوں سے رہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ اگر باء مصاحبت کی ہو تو معنی ہوگا اللہ کے نام کے ساتھ۔ اگر باء برکت کی ہو تو معنی ہوگا اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ۔ اور اگر باء استعانت کی ہو تو معنی ہوگا اللہ کے نام کی مدد کے ساتھ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جار مجرور کا متعلق اَسْتَعِیْنُ فعل مؤخر ہے تاکہ مشرکین کی تردید ہو جائے وہ غیر اللہ کی مدد مانگتے تھے اور اس میں حصر ہے کیونکہ متعلق کا حق مقدم ہونے کا ہے اور جس کا حق تقدیم کا ہو اس کو مؤخر کیا جائے تو حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ صرف اللہ ہی کے نام سے مدد مانگتا ہوں۔

اللّٰہ یہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کے لئے جامع ہے اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

الرحمن الرحیم یہ رحمٰن و رحیم کے دو صیغے ہیں ان کے معانی میں مختلف قول ہیں۔

رحمٰن و رحیم میں فرق

۱۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رحمٰن و رحیم کا معنی ہے ذُوالرَّحْمَةِ کہ اللہ رحمت والا ہے۔ چونکہ رحمت کا معنی رقت قلب ہے اور اللہ اس سے پاک ہے

اس لئے اس کا مجازی معنی مراد ہوگا یعنی انعام واحسان کیونکہ جس کا دل کسی پر نرم ہوجائے تو اس کا نتیجہ احسان سے نوازنا ہوتا ہے، وہ اس پر احسان کرتا ہے۔ تو یہاں بھی مراد یہی ہے کہ اللہ وہ ہے جو انعام واحسان کی بارش کرنے والا ہے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ رحمٰن ورحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمٰن کا معنی بڑا مہربان، رحیم کا معنی نہایت رحم کرنے والا، جس میں الفاظ زیادہ ہوں تو اس کا معنی بھی زیادہ ہوتا ہے۔ زِیَادَۃُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَۃِ الْمَعْنٰی ضابطہ ہے۔

۳۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ، رحمٰن جو بن مانگے دے، رحیم جو نہ مانگنے والوں سے روٹھ جائے۔

اَللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُوَالَہٗ وَابْنُ آدَمَ یَغْضَبُ حِیْنَ یُسْئَلُ

خدا سے نہ مانگو وہ ناراض ہوتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے
مانگتا کیوں نہیں اور انسان مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔
یہی رحمٰن وانسان میں فرق ہے۔

۴۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رحمٰن عام صفت ہے اور رحیم خاص صفت ہے جیسے حدیث میں ہے یَارَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَیَارَحِیْمَ الْاٰخِرَۃِ. دنیا میں اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے کہ مومن وکافر دونوں کو رزق دے رہا ہے۔

ادیم زمین سفرہ عام اوست چہ دشمن بریں نغمہ چہ دوست

روئے زمین خدائی دسترخوان ہے، ہرایک اس سے کھا رہا ہے، موحد بھی، مشرک بھی، لیکن آخرت میں اللہ رحیم ہے، صرف مؤمنین پر رحمت کرے گا، ان کو

جنت کے مہمان خانہ میں جگہ دے گا۔

۵۔بعض نے فرق یہ ذکر کیا کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے پر اس کی استعمال نہیں ہوسکتی ،اس لئے مسئلہ ہے کہ اگر کسی کا نام عبدالرحمٰن ہے تو اس کو رحمٰن کہہ کر نہ بلاؤ کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔اور رحیم کا لفظ عام ہے کہ اس کا اطلاق اللہ کے علاوہ حضور ﷺ پر بھی ہوتا ہے۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.(التوبة ع ۱۶)

۶۔رحمٰن کا معنی ہے بڑی نعمتیں عطا کرنے والا،اور رحیم کا معنی ہے چھوٹی نعمتیں دینے والا۔

۷۔رحمٰن کا معنی ہے جس کی رحمت عام ہو، ساری کائنات کو اس کی رحمت شامل ہو،رحیم کا معنی جس کی رحمت تمام ہے کامل ومکمل رحمت والا ہے۔

۸۔بعض نے کہا رحمٰن پدری رحمت کا منبع ہے، رحیم مادری رحمت کا منبع ہے۔ باپ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا فضل وکمال میں عروج کو پہنچے اور ترقی حاصل کرے،اپنے ہم زمانوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے اگر چہ اس کو مصائب برداشت کرنے پڑیں ،محنت وجفاکشی کرے،کوشش کرکے معزز بن جائے۔اور والدہ چاہتی ہے کہ میرے بیٹے کو کھانا پینا عمدہ ملے،لباس کپڑے قیمتی ہوں، رہائش اچھی ہو،آرام کی نیند کرے۔ باپ کی نگاہ اصولی امور پر ہوتی ہے اور ماں کی نگاہ جزوی امور پر ہوتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی ہے، خدا چاہتا ہے کہ میرا بندہ صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی معزز ہو اور اللہ رحیم بھی ہے وہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ دنیا وآخرت میں راحت وآرام

حاصل کرے۔

تعوذ وتسمیہ کے مضامین کی تشریح

اب تعوذ وتسمیہ کے مضامین کی تشریح اس طرح ہوگی کہ اَعُـوْذُ میں مستعیذ کا ذکر ہے، پناہ مانگنے والا بندہ ہے۔ بِـاللّٰہِ میں مستعاذ بہ کا ذکر ہے، جس کے ساتھ پناہ مانگی گئی وہ اللہ کی ذات ہے۔ مِـنَ الشَّیْـطٰنِ الرَّجِیْمِ میں مستعاذ منہ کا ذکر ہے جس سے پناہ مانگی گئی وہ شیطان ہے اور مستعاذ لہ وہ مقصد ہے جس کے لئے پناہ مانگی گئی وہ شر شیطان سے حفاظت ہے۔

بِسْمِ اللّٰـہِ کے آخر میں اَسْتَعِیْنُ کا ذکر ہے، مدد چاہنے والا بندہ ہے۔ بِسْـمِ اللّٰـہِ میں مستعان بہ کا ذکر ہے جس کے نام کے ساتھ مدد چاہی گئی وہ اللہ کی ذات ہے اور مستعان لہ وہ مقصد ہے جس کے لئے مدد چاہی گئی وہ ایمان، جان، مال کی حفاظت ہے۔

درس نمبر ۸

تعوذ وتسمیہ کی فقہی بحث

آج کے درس میں تعوذ وتسمیہ کے متعلق مسائل فقہیہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱: تلاوت قرآن کے شروع میں جمہور کے نزدیک اَعُـوْذُ بِـاللّٰـہِ مِنَ الشَّیْـطٰنِ الـرَّجِیْمِ کا پڑھنا مسنون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَـاِذَا قَـرَأْتَ

الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (النحل ع ۱۳).

مسئلہ نمبر۲ : جب قرآن کی تلاوت شروع کرو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا پڑھنا مسنون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (علق ع ۱) جس اللہ نے پیدا کیا اس کے نام کی مدد کے ساتھ قرأت شروع کرو۔

مسئلہ نمبر۳: پھر تلاوت قرآن کی ابتداء میں تعوذ کا پڑھنا سنت ہے، دوسرے کاموں کی ابتداء میں صرف بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، تعوذ کا پڑھنا سنت نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۴: پھر ابتداء تلاوت میں تعوذ وتسمیہ دونوں پڑھے اور جب تلاوت کے درمیان ایک سورۃ کے بعد دوسری شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے۔

مسئلہ نمبر۵: اگر سورۃ براءۃ درمیان تلاوت آئے تو اس پر بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر تلاوت کی ابتداء سورۃ براءۃ سے کی ہے تو پھر تعوذ وتسمیہ پڑھے۔

مسئلہ نمبر۶: نماز میں پہلی رکعت کے شروع میں تعوذ وتسمیہ پڑھنا سنت ہے اور پہلی رکعت کے بعد دیگر رکعتوں میں صرف بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

مسئلہ نمبر۷: نماز خواہ جہری ہو یا سری نماز ہو، سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنی چاہئے اور اگر کوئی پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

(عالمگیری ، شامی ، بدائع الصنائع)

مسئلہ نمبر۸: تعوذ وتسمیہ کو نماز میں آہستہ پڑھے، یہی سنت دائمہ ہے، اسی پر حضور ﷺ وخلفاء راشدین کا عمل ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت

ہے کہ قرأت جہری اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔ اسی طرح مسلم میں حضرت انسؓ سے اور نسائی میں بھی روایت ہے۔

مسئلہ نمبر ۹: امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ صرف سورۃ نمل کا جزو ہے اس کے علاوہ کسی سورت کی جزو نہیں، صرف دو سورتوں میں فرق کے لئے لائی گئی ہے، برکت کے لئے اس کو ہر سورت کی ابتداء میں لکھا گیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ دو سورتوں میں فصل نہ جانتے تھے یہاں تک کہ بسم اللہ نازل ہوئی، چونکہ بسم اللہ فاتحہ و دیگر سورتوں کی جزو نہیں اس لئے اس کو فاتحہ کے ساتھ جہر سے نہیں پڑھا جاتا تاکہ فاتحہ کے جزو ہونے کا وہم نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے ہر سورت کے ساتھ ملا کر نہیں لکھتے بلکہ علیحدہ قوسین میں لکھتے ہیں تاکہ کسی سورت کے جزو ہونے کا وہم نہ ہو۔ البتہ صرف سورۃ نمل کی جزو ہے اس لئے اس میں اس کو اکٹھے لکھا گیا ہے جیسے دوسری آیات کو لکھا گیا ہے۔

درس نمبر ۹

سورۂ فاتحہ کی آیات کا خلاصہ

سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ پہلی تین اَلْحَمْدُ تا یَوْمِ الدِّیْنِ میں اللہ کی حمد و ثناء و تعریف کا ذکر ہے۔ آخری تین اِھْدِنَا تا وَلَا الضَّآلِّیْن میں بندہ کی درخواست و دعا کا ذکر ہے۔ درمیانی آیت میں اللہ کی حمد و ثنا اور انسان کی درخواست ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ اللہ کی حمد ہے وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بندہ کی درخواست کہ ہم مدد چاہتے ہیں۔ پھران آیات میں ایسا تعلق ہے کہ موتی کی طرح آیات جڑی ہوئی ہیں۔ جب انسان نے کہا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ تو اللہ کا نام آیا۔ اب دستور ہے کہ جب کسی کا نام آئے تو اس کی پہچان حاصل کی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی پوری معرفت حاصل ہو۔ تو اللہ کی پہچان کا شوق ہوا، اللہ کی ذات تو وراء الوریٰ ہے، آنکھوں سے اوجھل ہے، نظر نہیں آتی تو اس کی پہچان صفات سے ہوتی ہے۔ اس لئے تین صفتیں ذکر فرمائیں۔

پہلی صفت

کہ وہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے، سارے جہان کا پالنے والا۔

دوسری اور تیسری صفت

کہ وہ رَحْمٰن و رَحِیْم ہے دنیا و آخرت میں تصرف کرنے والا ہے۔

چوتھی صفت

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہ اللہ جزا کے دن کا مالک ہے، جس میں یہ صفات ہیں اس کا نام اللہ ہے، جب پہچان ہوگئی تو اب ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔

ربط آیات

یہ واضح رہے کہ انسان جب کسی سے ملاقات کا ارادہ کرے تو اس کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔زادراہ: یعنی ضروری سامان جوضروریات سفر کے لئے کام آئے۔
۲۔سواری: جس پر سوار ہوکر سفر کر کے منزل مقصود کو پہنچا جائے۔
۳۔رفیق سفر: جوسفر کے ساتھی ہوں تا کہ ان کی معاونت سے سفر بہتر طریق پر ہو۔
۴۔راہزن: ڈاکو، چور سے بچنا تا کہ نقصان سے محفوظ رہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے زادراہ، ضروری سامان، کا ذکر اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں ہے یعنی اللہ کی عبادت کرنا یہ سامان ہے خدا کی ملاقات کے سفر طے کرنے کا۔اور سواری کا ذکر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔یعنی استعانت، اللہ سے مدد چاہنا، یہ سواری ہے، اس پر انسان سوار ہوکر خدا کو مل سکے گا، اگر اللہ سے مدد نہ مانگے تو منزل تک نہ پہنچے گا۔اور رفیق سفر کا ذکر صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں ہے کہ جن پر اللہ نے خصوصی انعام کیا ہے ان کو اپنے سفر کا ساتھی بناؤ، ان کی صحبت اختیار کرو، منزل کو حاصل کرلو گے۔اور رہزنوں کا ذکر غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ میں ہے کہ جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے اور گمراہ ہیں، سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں، ان سے پرہیز کرو، اگر ان کی صحبت میں آئے تو دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، یہ دین کے چور ہیں، اسلام میں نقب زنی کرتے ہیں، جب ان امور کو بجالاؤ گے تو کامیابی سے ہمکنار ہو گے۔

مسلم شریف میں جو صحاح ستہ میں سے ہے جس میں صحیح احادیث کو ذکر کیا گیا ہے ایک حدیث قدسی حضرت ابو ہریرۃؓ سے ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز یعنی فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان

تقسیم کیا ہے جب انسان اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَثْنَا عَلَیَّ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی ہے اور جب کہتا ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اللہ فرماتے ہیں مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ یہ میرے اور میرے بندے میں تعلق ہے کہ وہ عابد ہے عبادت کرنے والا، اور میں معبود ہوں جس کی عبادت کی جائے، وہ مستعین ہے، مدد مانگنے والا اور میں مستعان ہوں جس سے مدد مانگی گئی ہے، پھر جب کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ تو اللہ فرماتے ہیں ھٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ یہ میرے بندے کا حصہ ہے اور وہ جو چاہے مانگے میں اسے دوں گا، وہ ہاتھ اٹھائے رحمت سے بھر دوں گا، وہ دامن پھیلائے رحمت کی بارش برساؤں گا، وہ زبان سے مانگے میں فیضان کروں گا۔

مانگتا جائے میں دیتا جاؤں گا　　وہ منگتا ہے میں داتا ہوں

لفظ رب کی تشریح

تم مانگو خدا دے گا کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔ رب اضافت کے ساتھ دوسروں پر بولا جاسکتا ہے رَبُّ الدَّارِ گھر کا مالک رَبَّ الْفَرَسِ گھوڑے کا مالک مگر بغیر اضافت کے رب کا لفظ صرف اللہ پر بولا جاتا ہے، دوسروں پر اس کا اطلاق جائز

نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں خالق پرستی سکھائی گئی ہے، توحید کا نقشہ دل نشین کرایا گیا ہے، دل و دماغ کو ایک حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تا کہ مخلوق پرستی کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا جائے، مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی، اس کی بنیاد ہی ختم کر دی گئی ہے کہ صرف ایک اللہ کی تعریف کرو جو رب العالمین ہے۔

وعدہ ربوبیت کی تشریح

اس وعدہ ربوبیت کو اللہ نے عالم ارواح میں پوری دنیا سے لیا تھا جس میں انبیاء، اولیاء، اتقیاء، علماء، صلحاء، شہداء، یہود و نصاریٰ، فساق، فجار، مشرکین، کفار سب کی ارواح موجود تھیں۔ اللہ پاک نے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو سب نے بیک آواز جواب دیا قَالُوْا بَلٰی کہ ہاں واقعی تو ہمارا رب ہے۔ تو پھر اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء اسی وعدہ کی یاد دہانی کے لئے بھیجے۔ حضور ﷺ کو اسی لئے مبعوث فرمایا، کتب سماویہ اسی لئے اتاریں، حضور ﷺ پر قرآن کریم اسی لئے نازل کیا تا کہ اس وعدہ کی یاد دہانی ہو۔ آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو ابتداء میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور آخر میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (الناس) اول سے آخر تک اسی وعدہ ربوبیت کی یاد دہانی کرائی گئی کہ اس رب العالمین کو نہ بھولو، پھر عالم برزخ میں اسی کی یاد دہانی ہے۔ کَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّکَ

یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ. (القیٰمۃ ع ۱) جب روح سینہ کی ہڈیوں تک پہنچتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے اور وہ یقین کرتا ہے کہ اب جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ جب باپ بیٹے کو داغ مفارقت دے رہا ہوتا ہے، بیٹا ایک کونہ میں رو رہا ہے کہ اب اس کے بعد کس کی گود میں کھیلوں گا، بیٹی روتی ہے کہ اب ابا کہہ کر کس سے لپٹ جاؤں گی، بیوی سمجھتی ہے کہ اس کے بعد بیوہ ہو جاؤں گی، بچے یتیم ہو جائیں گے، اس وقت انسان کی پنڈلی سے پنڈلی مل جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج تو نے اپنے رب کی طرف جانا ہے، پھر قبر میں اسی وعدہ کو یاد کرایا جاتا ہے، پہلا سوال یہی ہوتا ہے مَنْ رَبُّکَ؟ تیرا رب کون ہے؟ اپنے رب کو پہچانا یا نہیں؟ حضور ﷺ نے وعدہ ربوبیت کی یاددہانی سے وعظ شروع فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ ۳)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے آباء واجداد کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے عبادت کے نتیجہ میں تم جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے۔

حضور ﷺ نے خدا کی ربوبیت کا ذکر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جامع دعا بھی وہی ذکر کی جس میں اللہ کے رب ہونے کا ذکر ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ ع ۲۵)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور
آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب نار سے بچا۔

تو اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے رب العالمین کی تعریف کرتے رہیں اور کہتے رہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ کی حمد وثناء کروگے بہت بڑی خوش بختی حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو وعدہ ربوبیت پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنی حمد وثناء میں مشغول رکھے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

درس نمبر ۱۰

سورۂ فاتحہ میں باطل نظریات کی تردید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اس آیت میں اللہ پاک نے درس توحید دیا ہے کہ ایک اللہ کو مانو، اس کو جانو، اسی ایک ہی کے بنو، وہی خالق ہے، وہی رب العالمین ہے، اس آیت میں باطل فرقوں کی تردید بھی ہے جن کے نظریات غلط وفاسد ہیں۔

۱۔ دہریہ کی تردید ہے جو خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ موجود نہیں ہے،

اللہ کی ہستی کو وجود نہیں ہے، یہ کہتے ہیں کہ کارخانہ کائنات خود موجود ہوا، خود موجود ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس کے لئے کوئی موجد و خالق نہیں، بس یہ دہر و زمانہ ہے جو خود چل رہا ہے، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں ان کا رد ہے کہ تمام تعریف اللہ کی ذات کے لئے ہے تو اللہ کی ذات موجود ہے، اللہ سے صفت مشہورہ خالق مراد ہے، تو ثابت ہوا کہ وہ خالق بھی ہے اور رب العالمین سے ثابت ہوا کہ وہ مربی بھی ہے، تو اللہ خالق و مربی ہوا، باقی سب کائنات مخلوق و مربوب ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات موجود ہے جو نظام کائنات کو چلا رہی ہے اور ہے بھی اللہ پاک ایک۔

وجود خدا کے دلائل

امام ابوحنیفہؒ کا دہریہ سے مناظرہ ہوا عمداً قصداً دیر کی، ٹائم سے لیٹ گئے تو دہریہ نے کہا کہ آپ دیر سے آئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج آتے ہوئے عجیب نقشہ کو دیکھا اور حیرت میں پڑ گیا، اس لئے دیر ہوگئی کہ درخت خود کٹ رہے تھے، تختے خود بن رہے تھے، کیلیں خود لگتیں، کشتی خود تیار ہوتی، خود آتی جاتی تھی، وصولی خود کرتی۔ تو دہریہ نے کہا آپ اتنے عقیل، فہیم، سمجھدار، یہ بات کیسے کر رہے ہو، بغیر بنانے والے کے کشتی بنے، بغیر چلانے والے کے چلے، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

فرمایا اگر کشتی خود نہ بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے تو اتنا بڑا کارخانہ بھی نہ خود بن سکتا ہے نہ چل سکتا ہے، ثابت ہوا اس کے بنانے چلانے والا اللہ ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر تمہارا خدا ہے تو بتاؤ وہ کہاں موجود ہے؟ فرمایا دودھ کا پیالہ لے آؤ۔ فرمایا بتاؤ

اس دودھ میں مکھن ہے؟ کہا ہاں! فرمایا بتاؤ اس میں مکھن کہاں ہے؟ اس نے کہا پورے دودھ میں ہے۔ فرمایا یہ موجود مجازی کی بات ہے تو موجود حقیقی میرا اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تیرے خدا کا رخ کس طرف ہے؟ امام صاحب نے کہا بتی جلاؤ۔ بتی جلانے کے بعد فرمایا کہ اس کی روشنی کا رخ کس طرف ہے؟ تو اس نے کہا ہر طرف ہے مشرق، مغرب، شمال، جنوب۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ میرے اللہ کا رخ ہر طرف ہے جو نور حقیقی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تمہارا خدا اب کیا کام کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا تم تخت سے نیچے آؤ میں وہاں کھڑا ہو کر جواب دوں گا، تو امام صاحب تخت پر بیٹھے تو فرمایا میرے اللہ نے یہی کام کیا کہ تجھ جیسے بے دین کو تخت سے اتار دیا، مجھ جیسے موحد کو تخت پر بٹھا دیا، تو وہ دہریہ مسلمان ہو گیا۔

امام مالکؒ سے وجود خدا کی دلیل طلب کی گئی تو فرمایا زبان گوشت کا ٹکڑا ہے اس سے مختلف لغتیں، بولیاں نکل رہی ہیں۔ عربی، فارسی، بنگلہ برما، پشتو، بلوچی، پنجابی، ریاستی، اردو، ایک ٹکڑے سے اتنی زبانوں کا ادا ہونا یہ دلیل ہے کہ اللہ موجود ہے جس نے زبان میں یہ اثر رکھا ہے۔

امام شافعیؒ سے وجود خدا کی دلیل طلب کی گئی تو فرمایا شہتوت کا پتہ ایک ہوتا ہے مگر اثر مختلف ہیں۔ ہرن کھائے ناف سے کستوری نکلتی ہے، بکری کھائے مینگنی آتی ہے، ابریشم کا کیڑا کھائے تو ریشم نکلتا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ ہے جس نے ایک پتے میں کئی اثرات رکھے ہیں۔

امام احمدؒ سے کسی نے وجود خدا کی دلیل حاصل کی فرمایا ایک سفید چاندی کا

مکان ہے، اس کے اندر سرخ مکان سونے کا وہ بالکل بند ہے، نہ دروازہ، نہ کھڑکی، نہ روشن دان، ہوا کے آنے جانے کا راستہ نہیں ہے، مگر کچھ مدت کے بعد اس کے اندر سے ایک جانور نکلتا ہے، جو ماں باپ والے کام کرتا ہے، مرغی کے انڈے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ کی ذات ہے جو بند مکان میں پالتی ہے، جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

ایک بوڑھی چرخہ کات رہی تھی، کسی نے کہا زندگی برباد کردی، ضائع کردی، خدا کو نہ پہچانا، کہنے لگی اسی سے خدا کو پہچانا ہے، چرخہ چلاؤں چلتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ جب یہ بغیر چلانے والے کے نہیں چلتا تو اتنا بڑا کارخانہ بغیر چلانے والے کے کیسے چل سکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ موجود ہے جو زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پانی کے سب نظام کو مستحکم طریق سے چلا رہا ہے۔ پھر اس کو کہا گیا کہ تو بتا تیرا خدا ایک ہے یا زیادہ؟ کہا یہ سبق بھی اسی سے ملا کہ اگر دو عورتیں ایک طرف چلائیں تو تانت ٹوٹ جائے گی تیزی کی وجہ سے اور اگر ایک ایک طرف دوسری مخالف سمت کی طرف چلائے تو چرخہ ٹوٹ جائے گا یا رک جائے گا، لیکن زمین و آسمان کا یہ بڑا چرخہ نہ ٹوٹا ہے نہ رکا ہے، معلوم ہوا اس کا چلانے والا بھی ایک اللہ ہے۔

نظریات باطلہ کی تردید

اس آیت سے مجوس کی تردید ہے۔ یہ کہتے ہیں خالق دو ہیں۔ ایک خالق خیر یزداں، دوسرا خالق شر اہرمن۔ تو فرمایا تمام تعریف اس کے لئے ہے جو تمام کا

خالق ورب ہے، خالق ایک ہے دونہیں، اس آیت میں یہود کی تردید بھی ہے۔ یہ کہتے تھے خدادو ہیں ۔اور نصاریٰ کی تردید بھی ہے کہتے ہیں خدا تین ہیں ۔ اور مشرکین کی تردید بھی ہے انہوں نے تین سوساٹھ بت بنار کھے تھے۔ وہ مشرک جو کہتے کہ اللہ رب ہے احیاء واماتت کا یعنی زندگی اور موت دینے والا ہے، لیکن عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے تھے، ان کو سہیم وحصہ دار ٹھہراتے تھے کہ وَمَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر ع ۱) کہ ہم دوسروں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس ذریعہ سے ہم اللہ کے مقرب ہوں اور وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں گے۔ تو ان کی تردید کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ وہ ہے جس میں تمام کمال کی صفات ہوں۔ تو الوہیت کی کمال والی صفت بھی اس میں ہے کہ وہی اللہ اور معبود ہے، عبادت صرف اسی کی ہوگی، کسی حجر، شجر، درختوں، پتھروں، قبر، تعزیہ، گھوڑے، کنڈی، جھنڈی کی نہ ہوگی۔ آج ملک میں اجاڑ شرک کی وجہ سے ہے، اس کو پھیلایا جارہا ہے۔

ہو جس پر عبادت کا دھوکہ مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہو بندوں میں اسے تقسیم نہ کر
یقیں دانم کہ دریں عالم لامعبود الا ہو
ولا موجود فی الکونین ولا مقصود الا ہو
ہو الاول، ہو الآخر، ہو الظاہر، ہو الباطن
یکے دانم یکے خوانم نخوانم غیر الا ہو

یعنی ایک ہی معبود ہے وہی موجود حقیقی ہے وہ مطلوب ومقصود ہے وہی ابتداء میں تھا وہی آخر میں ہوگا وہی ظاہر میں وہی باطن میں اس ایک کو ہم جانتے ہیں، اسی کا نام پڑھتے ہیں اس کے علاوہ کسی نام کو نہیں پڑھتے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا خود حشر مین کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اس آیت میں جہمیہ کا رد بھی ہے جو اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ صفات کا ذکر کیا کہ اللہ ہمارا رب العالمین ہے، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین ہے۔ تو اللہ کے لئے صفات ثابت ہیں۔

اس آیت میں قدریہ کی تردید ہے جنہوں نے قضاء وقدر کے عقیدہ کا انکار کیا ہے۔ تقدیر کے منکر کہتے ہیں کہ انسان خود اپنے افعال کے لئے خالق ہے، اپنے افعال کو پیدا کرتا ہے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اللہ خالق ومربی ہے، جیسے تمہارا وجود ذاتی نہیں یہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، اسی طرح تمہارے افعال کا جود بھی ذاتی نہیں، جیسے تم کو خدا نے پیدا کیا اس طرح تمہارے افعال کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں جبریہ کی تردید ہے، یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے۔ جماد کی طرح، لکڑی وپتھر کی طرح، اس میں طاقت واختیار نہیں ہے، یہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرنے والا بھی نہیں۔ تو اللہ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ وہ ہے جس میں کمال کی صفات ہوں اور عیوب ونقائص سے پاک ہو۔ اگر اللہ نے انسان کو بے اختیار پیدا کیا تو آخرت میں بعض کو ثواب دے اور بعض کو سزا دے یہ تو پھر عدل وانصاف کے خلاف ہوگا جو کہ عیب ونقص ہے۔ اللہ تو نقص سے پاک ہے، انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے

اختیار سے کرتا ہے۔

اس آیت میں ان کی بھی تردید ہے جو قدم عالم کے قائل ہیں کہ عالم قدیم ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ فرمایا اللہ خالق ہے باقی مخلوق ہے یہ پیدا کئے ہوئے ہیں تو عالم حادث ہوا، قدیم اللہ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو فرق باطلہ کے نظریات سے محفوظ رکھے اور ہر مسلمان کو توحید حقیقی و اصلی کے مفہوم سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

درس نمبر ۱۱

فضائل تسبیح وتحمید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اللہ تعالیٰ کو تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل بہت محبوب و پسند ہے۔ ''تسبیح'' خدا کی پاکی بیان کرنا، ''تحمید'' اللہ کی تعریف کرنا، ''تکبیر'' اللہ اکبر کہنا، ''تہلیل'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا۔ جو شخص اللہ کی تسبیح وتحمید کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ

کا محبوب و پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان وظائفِ نبوی کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں تسبیح و تحمید کا ذکر ہے اور جن کا بہت بڑا ثواب ہے۔

وظیفہ ۱

مسلم شریف میں حضرت سمرۃ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ اَفْضَلُ الْکَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ : چار کلا میں تمام کلاموں سے فضیلت رکھتی ہیں۔ دوسری روایت میں اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ کے الفاظ ہیں یہ چار کلا میں اللہ کو بہت محبوب ہیں۔

تیسری روایت میں ہے اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ کہ جس پر سورج طلوع کرتا ہے یعنی دنیا و مافیہا اور جو چیز دنیا میں ہے سب سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک یہ چار کلمے ہیں۔

۱۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ : حدیث میں ہے اس کے پڑھنے سے میزان ثواب سے بھر جاتی ہے۔

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ : حدیث میں ہے اس کے پڑھنے سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلاء ثواب سے پر ہو جاتا ہے۔

۳۔ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ افضل ذکر ہے فرمایا جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِذِکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر سے ایمان کو تر و تازہ کر لیا کریں۔

۴۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اس کے پڑھنے سے زمین و آسمان کے درمیان کی خلاء

ثواب سے بھر جاتی ہے۔

وظیفہ۲

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ) حضور ﷺ نے فرمایا جو دن میں اس کو ایک سو مرتبہ پڑھے گا اس کے گناہ گرا دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور دوسری روایت میں ہے ایک مرتبہ پڑھنے پر جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

وظیفہ۳

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ. (رواہ مسلم عن جویریۃؓ)

ترجمہ: اللہ کی پاکیاں بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کی مرضی کے مطابق عرش کے وزن کے مطابق کلمات کی سیاہی کی مانند۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اس کو پڑھے گا تو اس کا ثواب میزان میں بہت بھاری ہوگا۔

وظیفہ۴

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (رواہ البخاری عن

ابی ھریرۃؓ) حدیث میں ہے یہ دو کلمے اللہ کو محبوب ہیں اور زبان پر ہلکے ہیں لیکن ترازو میں بھاری ہیں ان کے پڑھنے کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

وظیفہ ۵

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃؓ)

حضور ﷺ نے فرمایا جو اس کو سو مرتبہ پڑھے گا اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے سو گناہ مٹائے جائیں گے، دس غلام آزاد کرنے کے برابر کا ثواب ملے گا، صبح تک محفوظ رہے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ وظائف پڑھنے کے وقت دل میں بھی یہی عقیدہ رکھے۔

زبان سے کہے سُبْحَانَ اللّٰہ، دل میں عقیدہ ہو کہ اللہ شریکوں سے، عیوب ونقائص سے پاک ہے۔

زبان سے کہے اَلْحَمْدُلِلّٰہ، تو عقیدہ ہو کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

زبان سے کہے لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، تو عقیدہ ہو کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، عبادت کے لائق صرف وہی اللہ ہے، صرف وہی پوجا کے قابل ہے۔

زبان سے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کہے تو عقیدہ یہی ہو کہ اللہ ایک ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

لَہُ الْمُلْکُ کہے عقیدہ رکھے کہ زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ کہے تو عقیدہ ہو کہ زمین و آسمان میں اللہ ہی کے لئے تعریف ہے دنیا و آخرت میں بھی اسی کے لئے ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے تو عقیدہ ہو کہ ایک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت سے کوئی باہر نہیں۔

درس نمبر ۱۲

فضائل شکر

حضور ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَلِمَةُ الشُّكْرِ (رواہ زرین عن ابن عمرؓ) الحمدللہ کا پڑھنا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے، شکر بجالانے کا طریقہ یہی

ہے کہ زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو۔

حدیث میں ہے اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّکْرِ (رواہ البیھقی عن عبداللہ بن عمرؓ) اللہ کی تعریف حمد وثناء کی اصل جڑ و بنیاد ہے۔ جو انسان اللہ کی حمد وثناء نہیں کرتا، اس نے اللہ کے انعامات کا شکر ادا نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ لوگ ہوں گے جو خوشی وراحت، تکلیف وغم میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ درد، تکلیف میں خدا کا نام لے اور عیش وراحت میں خدا کا نام بھلا دے، حقیقت میں حمدِ خدا صدقہ بھی ہے۔ (رواہ البیہقی عن ابن عباسؓ)

ایک روایت میں ہے فقراء مہاجرین حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا ذَھَبَ اَصْحَابُ الدُّثُوْرُ بِالْاُجُوْرِ مال دار تو اجر وثواب میں بازی لے گئے، اے اللہ کے رسول جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں، جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں، ان کے پاس سونا، چاندی، مال ودولت ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ہمارے پاس مال نہیں کہ ہم بھی خرچ کریں اور صدقہ کریں۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا ایک صدقہ مالی ہے، دوسرا صدقہ غیر مالی ہے۔ اگر مال کا خرچ کرنا صدقہ ہے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنا صدقہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنا صدقہ ہے، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، حتیٰ کہ بیوی سے صحبت کرنا، لطف اندوز ہونا

بھی صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ اپنی شہوت رانی اور خواہش کو پورا کرنا بھی صدقہ ہے؟ فرمایا! یہ بتاؤ اگر حرام جگہ، ناجائز جگہ استعمال کرتا تو گناہ ہوتا؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ اگر حرام جگہ استعمال کرتا تو گناہ ہوتا۔ فرمایا پھر حلال جگہ استعمال کرنا یقیناً ثواب ہے، کسی قیدی کو چھڑانا صدقہ ہے، کسی کی جان بچانا صدقہ ہے، کسی پر احسان کرنا صدقہ ہے، کسی کو خوش روئی سے ملنا صدقہ ہے، اپنی بیوی پر، اولاد پر خرچ کرنا صدقہ ہے، اولاد کی کفالت، پرورش کرنا صدقہ ہے، دوسروں کو ایذاء، تکلیف دینے سے اپنی زبان کو بند رکھنا یہ بھی صدقہ ہے۔ تو غرضیکہ اللہ کی تعریف کرو گے تو صدقہ کا ثواب پاؤ گے۔ بعد میں صحابہؓ نے کہا اب تو مالداروں نے یہ سنا اور وہ بھی پڑھنے لگے تو فرمایا ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کردے، ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ کی تعریف میں دن رات بسر کریں۔

قرآن کی ابتداء حمد سے ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ جس نے اتارا اس کا نام محمود ہے، جس پر اتارا گیا اس کا نام محمد (ﷺ) ہے، حضرت حسانؓ نے فرمایا۔

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوْ الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ نے اپنے نام سے حضور ﷺ کا نام لیا تاکہ آپ کی شان بلند کرے۔ اللہ محمود ہے حضور ﷺ محمد ہیں۔ جس امت کے لئے قرآن آیا اس کا لقب حمادون ہے۔ جو لوگ خدا کی تعریف کرتے ہیں ان کو جنت میں جو مکان ملے گا اس کا نام بیت الحمد ہے۔ حضور ﷺ جس مقام پر امت کی شفاعت کریں گے اس کا نام مقام محمود ہے۔ حضور ﷺ کے جھنڈے کا نام لواء الحمد ہے۔ خدا کی حمد کرو تاکہ پیغمبر کی

شفاعت نصیب ہو اور جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

درس نمبر ۱۳

فضائل حمد وثناء

اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے، پاکی بیان کرنے کے فضائل کا ذکر ہو رہا تھا جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَا ئِكَةً يَّطُوْفُوْنَ فِیْ الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ:

ترجمہ: اللہ کے فرشتوں کی جماعت ہے جو راستوں میں چکر لگاتے ہیں اور اللہ کا نام لینے والوں کو تلاش کرتے ہیں جب اس قوم کو پاتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہی ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ تمہارا مقصود حاصل ہو گیا۔ پھر وہ فرشتے اس جماعت کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں آسمان دنیا تک پھر اللہ تو خوب جانتا ہے مگر فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَيْفَ وَجَدْتُّمْ عِبَادِیْ میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں يُكَبِّرُوْنَكَ تیری بڑائی بیان کر رہے تھے یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ رہے تھے۔ وَيُسَبِّحُوْنَكَ تیری پاکیزگی بیان کر رہے تھے یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ رہے تھے وَيَحْمَدُوْنَكَ تیری تعریف کر رہے تھے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ رہے تھے وَيُمَجِّدُوْنَكَ تیری بزرگی بیان کر رہے تھے یعنی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہہ رہے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو وہ کہتے ہیں پھر اس سے زیادہ تیری تسبیح وتحمید کی کوشش کریں۔ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت دیکھی بھی ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اگر وہ دیکھ لیں تو وہ کہتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ جنت کی خواہش کریں، جنت کے زیادہ طالب ہوں، زیادہ اس میں رغبت کریں۔ اللہ فرماتے ہیں کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں جہنم سے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں اس کو دیکھا بھی ہے؟ یہ کہتے ہیں دیکھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو وہ کہتے ہیں پھر اس جہنم سے زیادہ بھاگیں گے اور زیادہ خوف کرنے والے ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میرے بندے بن دیکھے میرا نام لے رہے ہیں، بن دیکھے جنت کے طالب ہیں، بن دیکھے جہنم سے خائف ہیں تو گواہ ہوجاؤ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! ان میں ایک انسان ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کے لئے آیا اور شریک ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ایسی مجلس ہے جو اس میں آ گیا وہ محروم نہ ہوگا۔

خدا کا نام لینے اور تعریف کرنے کا یہی فائدہ ہوا کہ گناہوں کی معافی مل گئی۔ تم اللہ کی حمد وثناء کرتے رہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ

اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

یا اللہ! جس طرح تو نے اپنی ذات کی تعریف کی ہے میں اس طرح تیری تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

حضور ﷺ نے دنیا میں اللہ کی تعریف کی، اب عالم برزخ میں کر رہے ہیں، قیامت میں بھی کریں گے، حضور ﷺ نے اللہ سے علوم کو لیا، اب خدا سے علوم مل رہے ہیں، قیامت تک نہ خدا کا دینا ختم ہوگا نہ حضور ﷺ کا لینا ختم ہوگا۔ خدا کا خزینہ وسیع ہے، پیغمبر کا سینہ وسیع ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر کے لئے ایک دعاء مستجابہ ہے۔ ہر نبی نے

جلدی دعا کی اللہ نے قبول کر لی۔لیکن میں نے وہ دعا چھپا رکھی ہے وہ اپنی امت کے لئے شفاعت ہے اور اس شفاعت کا مستحق وہ ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔اور فرمایا شفاعت کے وقت میں اللہ کی ایسی تعریف اور حمد وثناء کروں گا جو اس وقت اللہ سکھائیں گے اب میں نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب لوگ پریشانی وحیرانی کے سبب تکلیف ومصیبت میں ہوں گے اور کہیں گے کہ کسی سے سفارش ہوتا کہ حساب وکتاب ہو، اس تنگی سے راحت وآرام ہو، تو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اَنْتَ آدَمُ اَبُوْ النَّاسِ خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ اَسْکَنَکَ جَنَّتَہٗ اَسْجَدَ لَکَ مَلَا ئِکَتَہٗ وَعَلَّمَکَ اَسْمَاءَ کُلَّ شَیْءٍ (رواہ البخاری عن انسؓ) تم تمام انسانوں کے باپ ہو، اللہ نے آپ کو اپنی رحمت والے ہاتھ سے پیدا کیا، جنت میں ٹھہرایا، فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام سکھلائے، آپ سفارش کریں۔تو آپ کہیں گے آج میرا رب اتنا ناراض ہے کہ کبھی پہلے ایسا ناراض نہ ہوا نہ بعد میں ہوگا، میں سفارش کے اس درجہ میں نہیں، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے کہ اللہ فرمائیں کہ گندم کا دانہ کیوں کھالیا تھا، لیکن تجویز بتلاتا ہوں، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔آ کر کہیں گے تو نوحؑ ہے اللہ نے آپ کو زمین والوں کی طرف احکام شریعت دے کر بھیجا ہے، ہمارے لئے سفارش کرو، حضرت نوحؑ فرمائیں گے میں نہیں جاسکتا کیونکہ مجھے اپنا ڈر ہے، اللہ اگر سوال کرلیں کہ بیٹے کے غرق ہونے کے وقت دعا کیوں کی تھی اس وجہ سے میں سفارش نہیں کرسکتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے پاس جاؤ، وہ خلیل الرحمٰن ہیں، وہ بھی اسی طرح جواب دیں گے کہ مجھے ڈر ہے کہیں مجھ سے تین چیزوں کا سوال نہ ہو۔

۱۔ میں نے اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہا تھا۔

۲۔ بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ (الانبیاء ع ۴) کہا تھا۔

۳۔ سارہ کو بہن کہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، ان کو اللہ نے تورات دی، کلیم اللہ بنایا، اپنا راز دار بنایا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے سوال ہو کہ قبطی کو مکا کیوں مارا تھا، تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور رسول اور کلمہ کُن سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن یہ بھی جواب دے دیں گے اور تجویز فرمائیں گے کہ هٰذَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ان کے پاس جاؤ کچھ بنے گا تو یہاں سے بنے گا۔ تو حضور ﷺ فرمائیں گے اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا یہ شفاعت کبریٰ میرا ہی کام ہے، اللہ نے میرا انتخاب فرمایا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ میں اجازت چاہوں گا اور اللہ مجھے اجازت دے دیں گے تو حضور ﷺ ایک ہفتہ کے برابر وقت سر سجدہ میں ڈال دیں گے۔ فرمایا اللہ مجھے حمد وثناء کے طریقے القاء کریں گے، میں اللہ کی تعریف کروں گا، پھر اللہ کا جلال جمال میں بدل جائے گا، اللہ فرمائیں گے۔

یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ آپ سر اٹھائیں جو کہو ہم سنیں گے، آپ سوال کریں ہم دیں گے، آپ سفارش کریں ہم قبول

کریں گے ۔حضور ﷺ سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک حصہ جہنم سے نکالیں گے، پھر دوسری دفعہ سفارش کریں گے تو دوسرا حصہ، پھر تیسرا حصہ، حتی کہ شفاعت کی وجہ سے تمام گناہ گار لوگ نکل جائیں گے، مگر جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ جہنم میں رہے گا، خداہر مسلمان کو شرک کی بیماری سے بچائے۔

ترمذی شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ جارہے تھے، درخت کے پتے خشک تھے تو آپ نے لاٹھی ماری، اس کے پتے گر پڑے، تو فرمایا جو اللہ کی حمد وثناء وتسبیح کرتا ہے اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گرے۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر چیز کے لئے صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کے ذکر سے اور اللہ کی حمد وثناء سے ہے عذاب الٰہی سے نجات اسی اللہ کے نام لینے کے ساتھ ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت یُسَیرَہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو فرمایا تسبیح، تحمید، تہلیل انگلیوں پر شمار کرلیا کرو اِنَّھُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُنْطَقَاتٌ قیامت کے دن ان انگلیوں سے سوال ہوگا یہ جواب دیں گی، تیرے لئے گواہی دیں گی۔

ان کلمات کو پڑھنا میوہ کو کھانا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جب بہشتی باغوں سے گزرو تو میوہ خوری کرو، صحابہؓ نے کہا حضرت جنتی باغ کیا ہیں؟ فرمایا وہ مجلسیں جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہو۔ تو اللہ کی تعریف سے گناہوں کی مغفرت، عذاب سے نجات، جنت کی میوہ خوری، دل کی صفائی، اعضاء کی گواہی، حضور کی شفاعت کا مستحق

ہونا ہے۔اللہ ہمیں اپنی حمد وثناء میں مشغول رکھے۔

درس نمبر ۱۴

شرک سب سے بڑا گناہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اللہ کا ذاتی نام اَللّٰه ہے دوسرا صفاتی نام لفظ رَب ہے۔ترمذی شریف میں حدیث ہے اللہ نے کہا میرے ننانوے نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا پھر ہر ایک کی خاصیت الگ الگ ہے۔اللہ اسم اعظم ہے اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ اسم اعظم پڑھ کر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور مصیبت وتکلیف میں وہ دعا جس میں لفظ رب ہے مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ تکلیف کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ .

حضور ﷺ بھی تہجد کے وقت جب کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے جس میں اللہ کی حمد اور اس کی ربوبیت کا ذکر ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلِقَائُکَ الْحَقُّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰھِیْ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ.

(رواہ ابوداؤد عن ابن عباسؓ)

جب اللہ تعالیٰ خالق ہے تو مخلوق کو چاہئے کہ اس کی عبادت، پرستش و پوجا

کرے، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، خدا کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ ہاتھ میں دوں اور پھیلائے تو دوسروں کے آگے، سوالی دوسرے کے در کے ہوں، اللہ کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ سر میں دوں اور جھکے غیر کے در پر، یہ پیشانی دوسرے کی چوکھٹ پر خدائی غیرت برداشت نہیں کرتی، مال میں دوں نذر و نیاز غیر کے لئے۔ اللہ کہتا ہے زبان میں دوں اور نعرے غیروں کے، وظیفے دوسروں کے۔ اس لئے ایک اللہ کی توحید کا اقرار کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے سوال کیا اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ؟ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک کرے حالانکہ اللہ نے تجھ کو پیدا کیا حضور ﷺ نے فرمایا مِنَ الْکَبَائِرِ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ شرک بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، ایک حدیث میں ہے کَذَّبَنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَشَتَمَنِیْ کہ یہ آدم کا بیٹا انسان مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ منی کا قطرہ مجھے گالیاں دیتا ہے اس کا جھٹلانا یہ ہے یہ کہتا ہے کہ اللہ مارنے کے بعد دوسری بار زندہ نہ کرے گا یعنی قیامت کا انکار اور اس کا برا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتا ہے حالانکہ وہ ایک ہے خدا نے فرمایا اَنَا الصَّمَدُ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لِّیْ کُفُوًا اَحَدٌ حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ نے ایک سواری پر سوار کیا اور فرمایا یَامَعَاذ! تو جواب میں کہا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ کہ حاضر ہوں تو جب پوری توجہ فرمائی تو فرمایا جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ فرمایا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور بندوں

کا حق یہ کہ جس نے شرک نہیں کیا اس کو ہمیشہ کا عذاب نہ دے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں پہلا بڑا گناہ شرک تھا۔ پھر سوال ہوا اور کون سا بڑا گناہ ہے؟ فرمایا اپنی اولاد کو قتل کرنا اس خوف کی وجہ سے کہ یہ میرے ساتھ کھانا کھائیں گے، پھر اپنے پڑوسی ہمسایہ کی بیوی کی عزت ختم کرنا، اس لئے ہمیں یہ فکر ہو کہ شرک نہ ہونے پائے۔

رَبُّ الْعٰلَمِیْن: صفت ربوبیت ہے یہ بھی اللہ کو پسند ہے حدیث میں ہے **ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّرَسُوْلاً** اس نے ایمان کی چاشنی لی جو کہ اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تورات کے چند اوراق لے کر حضور ﷺ کے سامنے پڑھنے لگے تو حضور ﷺ غصہ ہو گئے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ **فَتَمَعَّرَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ** تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا **یَاعُمَرُ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ اَمَا تَرٰی اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ** کہ تو حضور ﷺ کے چہرہ کو نہیں دیکھتا آپ کو سخت غصہ ہے تو حضرت عمرؓ نے اوراق بند کر دیئے تو حضور ﷺ پر مسرت و خوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر صاحب کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع لازمی تھی اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا**۔

بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ سورج ڈھل گیا، زوال کا وقت ہو گیا حضور ﷺ

نے ظہر پڑھی، پھر منبر پر خطبہ دیا، وعظ ونصیحت فرمائی، قیامت کے احوال ذکر کئے، جس سے صحابہ بہت روئے، حضور ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ منافقین کہتے ہیں ہم نے اس نبی سے بہت سوال کئے مگر وہ بعض سوالات کا جواب نہیں دے سکے، عاجز ہوگئے۔ حالانکہ آپ کی تاخیر وحی کے انتظار کی وجہ سے تھی تو حضور ﷺ کو غصہ آیا فرمایا اس جگہ مجھ سے سوال کرو میں جواب دوں گا۔ تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا اَبُوْکَ حُذَافَۃُ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ غصے میں ہیں تو کہنے لگے: رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا پھر حضور ﷺ کا غصہ ختم ہوا۔ تو بہرحال ہمیں اس کی خالقیت وربوبیت کی صفت پر غور کر کے اس کا نام لے کر اس کی رضا وخوشی حاصل کرنی چاہیے۔

درس نمبر ۱۵

توحید کے دلائل

سورت فاتحہ کی ابتداء میں توحید پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ پہلی دلیل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں صفت خالقیت ہے کہ جب تمام چیزوں کا خالق اور زمین وآسمان اور جو چیزیں زمین وآسمان میں ہیں ان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے تو وہی ایک ہی عبادت کے لائق اور پرستش کے قابل ہے، وہی معبود ومسجود ومطلوب حقیقی ہے، اسی کو ہی ضروریات وحاجات واغراض ومقاصد اور اپنی تمناؤں میں مرکز بنائیں۔ جو غیروں کو

پکارتا ہے، ان کے در پر سر جھکاتا ہے، اس میں توحید نہیں ہے۔ اس لئے ایک اللہ کی طرف توجہ کرو۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق　　زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق　　اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے لگاؤ　　جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی　　نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

قران مجید نے توحید کو ہر قسم کے شرک سے پاک کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر کیا ہے کہ اللہ کی ذات اور خالقیت میں شریک نہ کرنے پر مشرکین بھی متفق تھے وہ بھی مانتے تھے کہ خالق ایک اللہ ہے، البتہ وہ صفاتی، افعالی، عباداتی شرک کرتے تھے، اللہ کی صفات میں، افعال میں، عبادات میں شریک کرتے تھے۔

قرآن میں ہر شرک کی تردید

اس لئے قرآن نے شرک کے ہر قسم کی تردید کی ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں جتلایا کہ خالق صرف ایک اللہ ہے۔ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں بتایا کہ رب پالنے والا صرف اللہ ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں بتلایا کہ دنیا و آخرت میں تصرف کرنے والا صرف اللہ ہے۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں بتلایا کہ جیسے دنیا میں حقیقی بادشاہی اللہ کی ہے اسی طرح آخرت میں اسی کی بادشاہی ہوگی قرآن نے نفع وضرر کا مرکز اللہ کی ذات کو قرار دیا۔

قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (الاعراف ع۲۳)

ترجمہ: اے پیغمبر اعلان کرو کہ میں نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

کوئی قطب، کوئی ولی، نبی، فرشتہ نفع ونقصان کا مالک نہیں، نافع وضار اللہ کی ذات ہے۔ حاضر وناظر، ہر جگہ موجود، ہر ایک کے حال کو دیکھنے والا اللہ ہے۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ یہ چیز شیخ کی صحبت وتوجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ ہی حاضر وناظر ہے

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس کی ایک مرید کے ساتھ خاص شفقت ومحبت تھی دوسروں نے سوال کیا تو فرمایا اس کی وجہ میں جانتا ہوں تو ایک مرتبہ اس نے امتحان لیا کہ ہر مرید کو ایک پرندہ اور چاقو دیا اور کہا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو اس کو ذبح کرو اور واپس لے آؤ تو سب پرندوں کو ذبح کر کے واپس آئے لیکن جو منظور نظر تھا وہ مرید پرندہ زندہ واپس لایا تو شیخ نے پوچھا سب نے کہا ہم نے ہر طرف سے دیکھا کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو ہم نے ذبح کر دیا اس نے کہا کہ جب میں علیحدگی میں گیا تو میں نے سوچا کہ اس جگہ انسان وغیرہ تو نہیں دیکھ رہے لیکن رحمٰن تو دیکھ رہا ہے اس لئے مجھے کوئی جگہ ایسی نہ ملی جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو اس لئے واپس پرندہ زندہ لایا ہوں۔

اللہ ہی عالم الغیب ہے

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ عالم الغیب زمین وآسمان کی پوشیدہ چیزوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (النحل ع ۵) اے پیغمبر! اعلان فرمائیں کہ جو چیزیں زمین وآسمان میں پوشیدہ ہیں ان کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے بے شک اللہ باریک بین خبر رکھنے والے ہیں۔

ندا کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے

قرآن نے بتایا کہ حل مشکلات میں صرف اللہ کو پکارو فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (الجن ع ۱) اللہ کے ساتھ پکار میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو آج کل شرک کا بازار گرم ہے کوئی کہتا ہے۔

امداد کن امداد کن ازبند غم آزاد کن
دردین ودنیا شاد کن یاشیخ عبدالقادر شیأ للہ

کوئی کہتا ہے۔

معین الدین چشتی پار لگادے کشتی

کوئی کہتا ہے۔

امام بری امام بری کرو ہماری کھوٹی قسمت کھری

یہ شرکیہ وظیفے ہیں جو توحید کے منافی ہیں قرآن کہتا ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ کے لئے ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور استعانت مافوق الاسباب اللہ کے لئے ہے وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ .

غیر اللہ کا سجدہ ونذر حرام ہے

ہر قسم کا سجدہ تعبدی وتعظیمی اللہ کے لئے ہے وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ (الجن ع ۱) ہر قسم کے سجدے اللہ کے لئے ہیں، غیر اللہ کی نذر حرام ہے، غیر بیت اللہ کا طواف حرام ہے وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج ع ۴) قرآن مجید نے توحید کے ہر پہلو کو واضح کیا ہے۔ جب خالق بھی اللہ، رب بھی اللہ، تو معبود بھی وہی ایک اللہ ہے۔ اللہ کو ایسے کلمات پسند ہیں جن میں توحید کا ذکر ہے۔

کلمات توحید کے فضائل

حدیث میں ہے کہ ایک پلڑے میں زمین وآسمان اور اس کی تمام چیزیں دوسرے پلڑے میں صرف کلمہ لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ تو یہ پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ (رواہ شرح السنۃ عن ابی سعید الخدریؓ)

ترمذی میں حضرۃ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جنت کی مٹی پاکیزہ ہے پانی میٹھا ہے اور وہ میدان ہے اس میں درخت یہی کلمات ہیں جن میں اللہ کی توحید وتعریف ہے سُبْحَانَ اللّٰـهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو اللہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم نے کہا لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللہ فرماتے ہیں لَااِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اللّٰهُ اَكْبَرُ میں ہی معبود ہوں، میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ تم کہتے ہو وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ

اللہ فرماتے ہیں اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْکَ لِیْ میں اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں۔ تم کہتے ہو لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ اللہ فرماتے ہیں لِیَ الْمُلْکُ وَلِیَ الْحَمْدُ میرے لیے ہی زمین وآسمان کی شاہی ہے اور میرے لیے ہی تعریف ہے۔ تم نے کہا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ اللہ فرماتے ہیں لَاحَوْلَ عَنِ السُّوْءِ وَلَاقُوَّةَ لِلطَّاعَةِ اِلَّا بِاللّٰهِ کہ نیکی کی طاقت اور برائی سے رکنا میری ہی توفیق سے ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے ادنیٰ بیماری غم وفکر ہے، اس کے پڑھنے سے غم کم ہوجائیں گے، ویسے بھی اللہ کے نام کی برکت سے ہموم وغموم کم ہوتے ہیں۔ کلام الٰہی کا ذوق پیدا کرو اس سے بھی غم کم ہوتے ہیں، انسان صراط مستقیم پر رہتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک کتاب اللہ، دوسری سنت رسول اللہ۔ جب تک ان کو اپناؤ گے، ان کی اطاعت کرو گے، اس کی طرف دعوت دو گے، کامیاب ہوجاؤ گے، گمراہی سے محفوظ رہو گے، ورنہ مصائب وآلام میں پھنس جاؤ گے۔

ہر کسے را بہر کار داشتن میل اورا در دلش انداختن

ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے، کوئی نماز کی منادی دیتا ہے، کوئی سینما کی، کوئی قرآن کی دعوت دیتا ہے، کوئی اس سے ہٹانے کی کوشش میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔

درس نمبر ۱۶

قرآن صراط مستقیم

فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس ہوتا ہے جس سے مقصد کلام الٰہی کی طرف توجہ دلانا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد بہت فتنے ہونگے جو حکیم کو حیران کر دیں گے لَا یُتَّبَعُ فِیْہِ العَالِمُ لوگ قرآن وحدیث کے جاننے والوں کے پیچھے نہ ہونگے بلکہ جہلاء کی بات مانیں گے وَلَا یُوَقَّرُ فِیْہِ

اَلْکَبِیْرُ وَلَایُرْحَمُ فِیْهِ الصَّغِیْرُ بڑے کی عزت نہ ہوگی، چھوٹے پر شفقت نہ ہوگی۔ وَلَایُسْتَحْیٰ مِنَ الْحَکِیْمِ صاحب حکمت سے حیا نہ ہوگا۔ انبیاء کا مقولہ ہے کہ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیاء ایمان کی شان ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ جب حیا نہ ہوگا جو چاہو کرو، حیا فضل الٰہی کا تاج ہے۔ ایسے فتنے ہونگے کہ بعض بعض کو قتل کرے گا، ایک دوسرے کی گردن ماریں گے، نیک آدمی چھپ کر چلے گا، عزت کا بچانا مشکل ہوگا۔ زنا، شراب عام ہوگی، راگ باجہ شیطان کی دعوت عام ہوگی۔ جب مؤمن کسی قبر سے گزرے گا کہے گا کہ میں اسی میں ہوتا۔ تو حضور ﷺ سے کہا گیا کہ ان فتنوں سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا قرآن مجید، اس میں پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان کے فیصلے، یہ فیصلہ کرنے والی کلام استہزاء و مذاق نہیں، جو سرکش اس سے اعراض کرے گا خدا اس کو ہلاک کرے گا، اور جو قرآن کے علاوہ دوسری چیز سے ہدایت طلب کرے گا اس کو اللہ گمراہ کردے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہ ذکر محکم ہے، یہ صراط مستقیم ہے، اس سے خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوتیں، اور نہ زبانوں میں خلط ہوتا ہے، اور نہ بار بار پڑھنے سے پرانی ہوتی ہے، بلکہ شوق بڑھتا جاتا ہے، اور علماء اس کے معانی مطالب حاصل کرنے سے سیر نہیں ہوتے۔ اور نہ قیامت تک اس کے عجائبات ختم ہوسکتے ہیں۔ حتی کہ جنوں نے متأثر ہوکر کہا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰناً عَجَبًا (الجن ع ۱) ہم نے عجیب کتاب سنی ہے جو رشد و ہدایت کی طرف راہنمائی کرتی ہے، ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔

(رواہ الترمذی عن حارث الاعورؓ)

پہلی آیت کی تشریح ہورہی تھی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آج ایک آیت کا ترجمہ اور مطلب حاصل کرنا مشکل ہوگیا، ایک دور تھا کہ ایک سال پیادہ سفر ایک آیت کے لئے کرتے تھے۔ ایک حدیث کے لئے ایک مہینہ سفر کرتے تھے۔ جب قرآن مجید اور حدیث کا شوق تھا، اب تو دین کی طرف توجہ کم ہوگئی ہے، وہ شوق بھی نہیں رہا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام کا شوق عطا فرمائے۔

پانچ انعام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں شکر کرنے کی ترغیب وطریقہ ہے کہ جس خدا کی نعمتیں کھاتے ہو اس کی بدنی اور مالی نعمتوں پر شکر کرو۔ حدیث میں ہے مَنْ اُلْھِمَ خَمْسًا لَمْ یَحْرِمْ خَمْسًا جس کے دل میں پانچ چیزیں ڈال دی گئیں، جسے پانچ اشیاء کی توفیق دی گئی وہ پانچ چیزوں سے محروم نہ ہوگا۔

پہلا انعام

مَنْ اُلْھِمَ التَّوْبَةَ لَمْ یَحْرِمِ الْقُبُوْلَ جس کو اللہ نے توبہ کی توفیق دی سچے دل سے توبہ کرلی تو وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا، اللہ اس کی توبہ ضرور قبول فرمائیں گے، خدائی وعدہ ہے وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (الشوریٰ ع۳) خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور جو گناہوں کے کام کرتے ہیں وہ جانتا ہے مگر کچھ دیر مہلت دیتا ہے گرفت نہیں کرتا کہ یہ مائل ہوں اور توبہ کریں۔

دوسرا انعام

مَنْ اُلْهِمَ الشُّكْرَ لَمْ يَحْرُمِ الزِّيَادَةَ جس کو شکر کی توفیق دی گئی وہ اضافہ سے محروم نہ ہوگا۔ اللہ کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ (ابراھیم ع ۲) تم شکر کرو گے اللہ انعامات بڑھائیں گے، دگنی نعمت عطا فرمائیں گے اور اگر نعمت کا انکار کرو گے تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تیسرا انعام

مَنْ اُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يَحْرُمِ الْمَغْفِرَةَ جس کو استغفار کی توفیق دی گئی وہ مغفرت سے محروم نہ ہوگا، اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے، اللہ کا وعدہ ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (نوح ع ۱) خدا سے معافی مانگو وہ بخشنے والا ہے۔

چوتھا انعام

مَنْ اُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يَحْرُمُ الْقَبُوْلَ جس کو اللہ کی طرف سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا، اس کی دعا اللہ قبول کریں گے، اللہ کا وعدہ ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن ع ۶) مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔

پانچواں انعام

مَنْ اُعْطِیَ النَّفَقَۃَ لَمْ یَحْرُمِ الْاَجْرَ جواللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ ثواب سے محروم نہ ہوگا، اللہ کا وعدہ ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرۃ ع ۳۲) جواللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خدا ان کو کئی گنا زیادہ دیتے ہیں اس لئے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ سے اللہ کا شکر ادا کرتے رہو، یہ ایسے ہے جیسے جنت کی میوہ خوری ہوتی ہے یعنی جب اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہو تو ایسے سمجھو کہ میں جنت کے میوے کھا رہا ہوں۔

ترمذی شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بہشتی باغوں سے گزرو تو چر لیا کرو۔ کہا گیا وہ بہشتی باغ کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا چرنا کیسے؟ فرمایا یہ کلمات کہو۔

ایک مرتبہ فرمایا جو شخص صبح وشام سو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو اس کو سو حج کا ثواب اور جو شخص صبح وشام سو سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے، اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جیسے کوئی شخص سو انسانوں کو سو گھوڑوں پر اللہ کی راہ میں سوار کرے اور جو صبح وشام سو سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے اس کو سو غلام آل اسماعیلؑ کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جو شخص سو سو مرتبہ صبح وشام اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو اس دن اس سے زیادہ افضل کام کرنے والا کوئی نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ جس نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کلمات کے کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر ۱۷

اللہ تعالیٰ منبع ربوبیت ہے

ربوبیت کا منبع اللہ کی ذات ہے اور ربوبیت کا مظہر باپ، ماں، بادشاہ ہے۔ انسان بچپن میں نفع حاصل کرنے ونقصان سے بچنے کے لئے والدین کی طرف رجوع کرتا ہے، یہ کہتے ہیں اس میں نفع ہے تو اس کو کرتا ہے، اس میں نقصان ہے تو اس سے پرہیز کرتا ہے اور جب بڑا ہوا کاروبار کرتا ہے اپنے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے جو اس کی حق تلفی کرے اس کے لئے عادل بادشاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر چھوٹا بچہ روئے تو جب ماں کا پستان اس کے منہ میں آتا ہے تو وہ چپ ہو جاتا ہے، ماں ساتھ

لیٹ جائے تو بھی چپ ہوجاتا ہے، اگر گود میں اسے بٹھا دے تو بھی اس کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تنبیہ کی اور انسانوں کو جھنجھوڑا ہے کہ جو ربوبیت کا مظہر ہیں ان سے اتنا انس ہے کہ ان کی وجہ سے تم کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، سکون حاصل کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ جو منبع ربوبیت ہے اس سے بہ طریق اولیٰ انس ہو، ایسا انس کہ تمہارے سکون کا نسخہ اس کی یاد ہو، ہم روحانی مریض ہیں اس سے شفاء کے لئے نسخہ کے دو جزء ہیں ا۔علاج ۲۔ پرہیز۔علاج اللہ کا نام لینا اور پرہیز حرام ومشتبہات سے بچنا، ہمارے لیے جہالت مہلک بیماری ہے، جو قرآن وحدیث کو نہ جانے، اللہ کی پہچان حاصل نہ کرے۔اور غفلت بھی مہلک بیماری ہے، خدا کے نام سے غافل رہے، لمحات غفلت میں گزارے۔ جہالت وغفلت دق سے مہلک ہیں، ایمان کو نقصان دینے والی ہیں، جو ان بیماریوں میں مبتلا ہے اس کی قبر جہنم کا گڑھا ہے، حشر میں تڑپے گا، جہنم میں پہنچانے والی بیماریاں ہیں۔ان کا علاج یہ کہ تیرے دل میں ایک اللہ کا خیال جم جائے۔مسلمان کی مثال اس پرندہ کی طرح ہے جو سمندر میں سطح آب پر ہوتا ہے، پانی کی موجیں اس کے اوپر سے گزرتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہوگیا مگر جب موجیں ختم ہوجاتی ہیں، وہ ظاہر ہوتا ہے، اڑتا ہوا جاتا ہے کہ اس پر ان موجوں کا اثر بھی نہیں۔تم بھی دنیا میں رہو بسو، مگر تمہارے دل ایک اللہ کا محور ہوں، زبان پر اسی کا نام ہو، اسی میں زندگی گزار دو۔

زندگی کو خیالی خیالات کا مرکز نہ بناؤ۔ بیوی کا خیال، بچوں کا خیال، دوستوں کا خیال، حتی کہ نماز بھی خیالات کا مجموعہ بن جاتی ہے۔حالانکہ انسان سوچے کہ خیالات

نماز میں تو پورے نہیں ہوں گے بعد میں ہونگے، پھر نماز میں یہ کیوں؟ ان خیالات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک معقولی کا قصہ

حضرت تھانویؒ نے معقولی کا قصہ لکھا ہے کہ ایک باپ کے دولڑکے تھے۔ ایک نے باہر جا کر معقول پڑھا، ماہر ہوگیا، واپس آیا، کھانا سامنے آیا، ایک پیالے میں دو انڈے تھے، تو اسے معقول کا ہیضہ تھا، اس نے کہا کہ میں دو کے سو انڈے بنا دیتا ہوں۔ کہا بناؤ کہا کہ ایک انڈا، یہ دوسرا انڈا، یہ تیسرا انڈا، ان کا مجموعہ تین، یہ چوتھا انڈا ان کا مجموعہ چار، یہ پانچواں ان کا مجموعہ پانچ، اس طرح سو تک پہنچا تو اس نے ان خیالات میں وقت ضائع کیا، سمجھانے میں تکلیف اٹھائی، مگر اس کے جواب میں باپ نے جو کہا ایسے جیسے سونیار کی ایک لوہار کی مثال ہے۔ باپ نے ایک انڈا منہ میں ڈالا دوسرا دوسرے بیٹے کو دیا اور اس کو کہا باقی ۹۸ تیرے لئے ہیں، اب سوچو کہ اس خیال سے کیا ہوا، کیا اس کو انڈا ملا؟ بلکہ محروم ہوا اور بے چینی ہوئی۔

زمیندار سمجھتا ہے چین اس میں ہے کہ دو مربع زمین ہے تو تیسرا مربع ہو، زمین زیادہ ہوگی تو اس سے چین حاصل ہوگا۔ کپڑے کی دکان کا مالک کہتا ہے کہ کپڑا زیادہ آئے اس سے سکون ہوگا۔ صراف کہتا ہے کہ سونا چاندی زیادہ ہو اس سے چین حاصل ہوگا۔ حالانکہ جتنا مال زیادہ اتنی پریشانی زیادہ۔ جس کی زیادہ دکانیں اسے زیادہ فکر کہ کہیں جل نہ جائے۔ زیادہ زمین حاصل کرے تو پٹواری سے ڈپٹی کمشنر تک

خوشامد اور پریشانی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔سکون اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے، اسی کی برکت سے انسان گندی مجالس سے بچ جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت حافظ محمد صدیقؒ کے خادم نابینا تھے، انہوں نے کسی سے رقم لینی تھی، بینا آدمی ان کو لے گیا، سارا دن سفر کیا، تھکے ہوئے، وہاں راگ باجے کی آواز آئی تو کہا واپس چلو۔ ساتھی نے کہا اتنی تکلیف اٹھائی کچھ دیر آرام کریں، اپنا مقصد بھی حاصل کریں۔فرمایا نہیں! کہیں گے فلاں بزرگ کا فلاں خادم غلط مجلس میں تھا۔

تو آپ کو خیر خواہی کے طور سے کہتا ہوں کہ ان خیالات کو چھوڑو، سب سے کٹ کر اللہ سے جوڑو، اللہ ہم سب کو اپنے نام لینے والا بنائے، اس پر دوام نصیب فرمائے۔(آمین)

درس نمبر ۱۸

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ انسان

انسان اپنے لئے سالم چیز پسند کرتا ہے، بیوی ہوتو سالم ہو۔ لنگڑی، گونگی، اندھی نہ ہو، اعضاء صحیح وتندرست ہوں۔ لڑکا ہوتو سالم ہو، اگر آوارہ اور خراب ہوتو باپ اس سے محبت نہیں کرتا۔ جب انسان سالم چیز کو پسند کرتا ہے تو اللہ کو بھی ایسا بندہ محبوب وپسندیدہ ہے جس کا دل سالم ہو۔ قلب سلیم وہ ہے جو ہر وقت اللہ کے شکر میں لگتا ہے، خوشی وغم ہر حال میں اللہ کا نام لیتا ہے۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کے ہاں ایک دن خربوزہ آیا۔ میٹھا تھا، خود بھی

کھایا اور ساتھ بیٹھنے والے کو بھی دیا۔ دوسرے دن بھی خربوزہ آیا تو وہ کڑوا، نکلا حضرتؒ نے تو کھالیا، جب ایک ڈلی ساتھی کو دی تو وہ تھوتھو کرنے لگا۔ تو فرمایا جس نے کل میٹھا دیا اسی نے آج کڑوا دیا۔ تو آپ نعمت کھا گئے اور یہ تھوتھو۔

ہر حال میں اس کا شکر کرو، حقیقت میں انسان غور کرے تو یہ بھی نعمت ہے، تندرستی نعمت، بخار بھی نعمت، اس میں انسان اللہ کو زیادہ یاد کرتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کو بخار آتا تو فرماتے۔ اللہ تندرستی بھی تیری نعمت ہے، یہ بھی تیری نعمت ہے، مگر میں کمزور و عاجز ہوں تیری نعمت بیماری والی برداشت نہیں کرسکتا، اس کے بدلے دوسری نعمت عطا فرما، تو ہمیں بھی ہر نعمت کے بدلے اللہ کا شکر کرنا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا ہوگا۔

بخاری شریف میں حضرت رفاعہ بن رافع الزرقیؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد کہا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ اللہ ہی کے لئے بہت تعریف جو پاکیزہ اور برکت والی ذات ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کون تھا، میں نے تیس فرشتے دیکھے جو ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے کہ ان کلمات کا ثواب کون پہلے لکھے اور دربار الٰہی میں لے جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَاَصِیْلًا اللہ ہی سب سے بڑا ہے، اسی کے لئے بڑائی ہے، سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، صبح و شام اس کے لئے تسبیح و پاکیزگی ہے۔

تو آپ نے فرمایا یہ کون تھا، جب اس نے یہ کلمات کہے تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور فرشتے ان کلمات کو دربار خداوندی میں پہنچانے کیلئے ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں صفت خالقیت تھی، رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں صفت ربوبیت ہے، یہ بھی اللہ کو پسند ہے۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے کہا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا کہ میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا، ایمان کی شیرینی سے لطف اندوز ہوا۔

بخاری شریف میں حضرت رفاعہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تورات کے اوراق حضور ﷺ کے سامنے پڑھ رہے تھے فَتَغَمَّرَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حضور ﷺ کا چہرہ سرخ ہوا، غصہ ہوئے، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یَاعُمَرُ اَمَا تَرٰی اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اے عمر! حضور ﷺ کے چہرہ کو نہیں دیکھتے کہ آپ ناراض ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا تو حضور ﷺ کا غصہ ختم ہوا۔ فرمایا آج اگر صاحب کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو بھی ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی اتباع کرتے تو گمراہ ہو جاتے۔

بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ زوال کے بعد حضور ﷺ نے ظہر کی

نماز پڑھی، پھر منبر پر خطبہ دیا، قیامت کے احوال ذکر کئے، لوگ رونے لگے، حضور ﷺ غصہ میں تھے۔ جب منافقین نے کہا ہم آپ سے سوال کرتے ہیں تو آپ عاجز ہوجاتے ہیں، جواب نہیں دیتے۔ حالانکہ حضور ﷺ تو وحی کا انتظار کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سوال کرو میں جواب دوں گا۔ تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا مَنْ اَبِیْ میرا باپ کون ہے؟ اَبُوْکَ حُذَافَةُ جب صحابہ نے دیکھا حضور ﷺ غصہ میں ہیں تو کہا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی خالقیت وربوبیت کے اقرار پر ہمیشہ قائم رکھے۔

درس نمبر ۱۹

تحمید وتقدیس وذکر الٰہی کا کوئی وقت مقرر نہیں

نماز کے اوقات، روزہ کے اوقات، حج کے اوقات، زکوٰۃ کے اوقات مقرر ہیں لیکن ذکر الٰہی، اللہ کی تحمید وتقدیس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ بلکہ زندگی کے سال اور سال کے مہینہ اور ماہ کے دن ورات اور دن ورات کے لمحات میں سے ہر لحظہ یاد الٰہی میں گزرے اور انعامات پر شکر ادا کرنے میں بسر ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو کیونکہ اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ قوم سورج کو پوجتی ہے، بعض چاند کی

پرستش کرتے ہیں، بعض ستاروں کی پوجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ان سب سے بری ہوں۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ .

(سورۃ انعام ع ۹)

بے شک میں اس کی طرف اپنی ذات کو متوجہ کرتا ہوں جو آسمان وزمین کے پیدا کرنے والا ہے، اسی کی طرف یکسو ہوتا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں۔

ربوبیت کے مناظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو دعوت دی کہ اللہ رب العالمین کی عبادت کر، وہی عبادت کے لائق، حمد وثناء کے لائق ہے تو فرعون نے کہا کہ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا (الدخان ع ۱۰) جو زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو مکان ہیں سب کا رب ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ فرعون اس کو تعجب کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو اس پر تعجب کرتا ہے، میرا رب تو جیسے مکان کا رب ہے، ویسے زمان کا بھی رب ہے رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَائِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ (الدخان ع ۱۰) تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے۔ پھر فرعون اس کو بعید دیکھنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے کہا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَابَیْنَھُمَا(الشعراء ع ۲) میرا رب زمانوں، مکانوں کی طرح جہات مختلفہ کا بھی رب ہے، مشرق جہاں سے سورج نکلتا ہے اور مغرب جہاں پر غروب ہوتا ہے ان کا اور ان کے درمیان سب کا رب ہے۔ تو حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام نے رب العالمین کی پہچان کرائی اور یہ تعلیم دی کہ اسی رب العالمین کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ اگر آپ رب العالمین کی صفت ربوبیت کی پہچان حاصل کرتے ہیں تو آپ کو عجائبات کائنات میں غور کرنا ہوگا تا کہ رب العالمین کا معنی آپ کو ذہن نشین ہو جائے۔ اس جہان میں دو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں:

۱۔ ذات: جس کو عربی میں جوہر کہتے ہیں جیسے زمین وآسمان۔

۲۔ صفت: جس کو عربی میں عرض کہتے ہیں جیسے رنگ، مزہ، بو۔

پھر ذات کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جسم ۲۔ روح۔

جسم وہ ہے جو محسوس ہے، اسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اس کے لئے طول وعرض وعمق، لمبائی وچوڑائی، موٹائی ہوتی ہے، جس کے لئے صورت ومقدار معین ہوتی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ اپنی صورت ومقدار کو چھوڑ کر دوسری صورت ومقدار کو اختیار نہ کرے، لیکن روح غیر محسوس ہوتی ہے، اس کے لئے طول وعرض وعمق نہیں ہے، صورت ومقدار کا تعین نہیں اور جیسی شکل اختیار کرے، جیسی مقدار چاہے، ویسی ہو جائے۔ پھر جسم کے دو حصے ہیں۔

۱۔ جسم علوی: اوپر کے اجسام جیسے سورج، چاند، ستارے، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ۔

۲۔جسم سفلی: نیچے والے اجسام۔پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ بسیط : جو دوسری چیز سے مل کر نہ بنے جیسے صرف پانی ،صرف ہوا ،صرف آگ ،صرف مٹی۔

۲۔مرکب: جو دوسری چیز سے مل کر بنے۔پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔مرکب تام: جو چار چیزوں سے مل کر بنے آگ، ہوا، پانی، مٹی جیسے انسان۔

۲۔مرکب ناقص: جو دو یا تین سے مل کر بنے جیسے بخارات۔یہ بخار پانی و ہوا سے پیدا ہوتا ہے،غبار یہ مٹی و ہوا سے پیدا ہوتی ہے، دھواں یہ آگ و ہوا سے بنتا ہے، غبار سے آندھی پیدا ہوتی ہے، پھر یہ بخار اوپر چڑھے اور سردی کو اپنے اندر لے تو اس سے برف پیدا ہوتی ہے،اسی سے بجلی ،اسی سے کڑک ،اسی سے دم دار ستارے اور یہ بخار اور یہ دھواں زمین میں بند ہو جائے تو زمین میں حرکت اور زلزلہ پیدا ہوتا ہے اور اگر صرف بخار زمین میں بند ہو اور ہوا کی طاقت سے باہر نکلے تو اس سے چشمے جاری ہوتے ہیں اور اگر بخار زمین و آسمان کے درمیان چڑھے اور سرد ہوا کی وجہ سے جم کر نیچے گرے اس کو شبنم کہتے ہیں اور اگر درمیان میں کھڑا رہے تو اس کو کہر کہتے ہیں اور اگر جیسا کہ بعض شہروں میں ہوتا ہے کہ یہ بخار شکر سفید و سرخ کی طرح برستے ہیں تو اس کو ترنجبین کہتے ہیں، یہ باتیں فلاسفہ نے ذکر کی ہیں۔بہر حال اللہ نے انسان کے لئے ان چیزوں کو پیدا فرمایا ہے، پھر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا فرمایا کہ یہ اپنے وجود پر غور کرے اور نگاہ عبرت سے اللہ رب العالمین کو پہچانے اور اس کی حمد و ثناء بطور شکر کرے۔

اللہ نے انسان میں قویٰ خمسہ پانچ قوتیں رکھی ہیں۔ حواس خمسہ، پانچ حواس، دیکھئے۔

۱۔قوت لامسہ: ہاتھ پاؤں میں چھونے کی قوت رکھی تاکہ برف کی سردی، آگ کی گرمی معلوم کرے، ورنہ آگ کا انگارہ کھالے گا۔سختی ونرمی معلوم کرے ورنہ پتھر سخت کونگل جاتا،تواس قوت سے نافع ضار کومعلوم کرے گا۔نافع میں رغبت،ضار سے اپنے کو بچائے گا۔

۲۔قوت باصرہ: دیکھنے کی قوت رکھی ہے تاکہ آنکھوں سے خوش رنگ، بدرنگ کودیکھے،اچھی اچھی چیزوں کودیکھے مائل ہو، بری چیزوں کودیکھےان سے بچے۔

۳۔قوت شامہ: ناک میں سونگھنے کی قوت دی تاکہ خوشبواور بدبومیں تمیز کرے پھرمشک وگندگی میں فرق کرے ورنہ ان میں تمیز نہ کرسکتا۔

۴۔قوت سامعہ: سننے کی قوت کانوں میں رکھی ہے تاکہ مفیدومضرکوسنے اگر یہ سنے کہ حملہ آورآرہاہےتواس کے دفاع کی تیاری کرے چھپ جائے اوراگر یہ سنے کہ انعام دینے والاآرہاہےتوبیٹھارہے،اچھی باتوں کوسن کرفائدہ اٹھائے۔

۵۔قوت ذائقہ: چکھنے کی قوت زبان میں رکھی ہے تاکہ میٹھی کھٹی،پھیکی کڑوی میں فرق کرسکے،اس سے پتہ چلے گا کہ یہ میٹھی ہے کھاؤں اور یہ کڑوی ہے نہ کھاؤں۔

پھرانسان کوقوت حافظہ دی ہے تاکہ اس سے مزہ وبدمزہ اشیاء کاعلم محفوظ رکھے اورآئندہ جونفع کے قابل ہیں ان سے نفع اٹھائے اور جومضرہیں ان سے بچے۔

پھرانسان کوقوت تکلم دی ہے،تاکہ جو چیز طلب کرنی ہے وہ مانگے جو چیز واپس

کرنی ہے واپس کرے۔ اگر یہ نہ ہوتا خواہش گوشت کی ہوتی اور سامنے دال آتی، خواہش دال کی ہوتی اور سامنے گوشت ہوتا، اب جس چیز کی خواہش ہو کہہ سکتا ہے کہ یہ رکھو، یہ اٹھالو۔

پھر انسان کو اللہ نے ہاتھ دیئے تا کہ جانور کی طرح نہ کھائے۔ منہ دیا تا کہ اس کے ذریعے غذا اندر ڈالے۔ پھر دانت دیئے تا کہ غذا کو چبائے۔ ورنہ غذا کا جانا مشکل ہوتا۔

پھر زبان دی اس کے ذریعے غذا کو ہلائے، دانتوں کے نیچے دے اور چبائے پھر تھوک ہے تا کہ غذا نرم ہو، خشک کا اترنا مشکل ہوگا، پھر حلق میں نرخرہ ہے تا کہ غذا سیدھی معدہ میں جائے ادھر اُدھر نہ جائے اور لقمہ کہیں کا کہیں نہ جائے تا کہ بیماری پیدا نہ ہو، پھر معدہ میں جب تک غذا نہ جائے اتنے تک اس کا منہ کھلا رہتا ہے، غذا جائے تو منہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر غذا جب پکتی ہے بند رہتا ہے، اگر غذا کچی ہوگی تو بدہضمی ہوگی وہاں پکتی ہے، پھر غذا کے جذب کرنے کے لئے معدہ میں گرمی پیدا کر دی تا کہ غذا ہضم ہو جائے، پھر یہ غذا پتلی ہو کر رگوں میں سے کلیجے میں پہنچتی ہے، پھر وہاں سے خون پیدا ہوتا ہے، اس سے کچھ سودا ہوتا ہے اس کو تلی جذب کرتی ہے اور کچھ صفراء اسے پتہ جذب کرتا ہے اور کچھ کچا کچا رہ جاتا ہے یہ بلغم ہوتا ہے جو کہ دماغ کی غذا ہے۔ پھر پکتے پکتے اس میں پتلا پانی رہ جاتا ہے، دو گردے ہیں ان کی غذا ہوتا ہے، وہ اس کو جذب کرتے ہیں۔ اور جو نرا خون ہے وہ رگوں میں غذا بنتا ہے، سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک ان کی غذا ہوتا ہے۔ پھر بعض رگیں باریک ہوتی ہیں وہ

گاڑھی غذا قبول نہیں کرتیں تو اللہ نے پانی کا حکم دیا۔ پانی کا پینا مقرر ہوا تو اس سے خون پتلا ہوا یہ ان رگوں میں پہنچا۔ اور فضلہ جو باقی بچتا ہے اگر معدہ میں رہے تو مریض ہوجائے اس لئے وہ معدے کے نیچے انتڑیاں ہیں وہ اپنی طاقت سے کھینچ کر پچھلے راستہ کے ذریعے یہ فضلہ باہر نکالتی ہیں۔ اور پانی جو کہ گردوں کی غذا ہے اس سے جو بچتا ہے وہ مثانہ میں جاتا ہے اور اگلے راستہ کے ذریعے پیشاب باہر نکلتا ہے تو یہ انسان کا وجود بھی کاریگری کا نقشہ ہے، اس میں غور کرو۔

پھر لوگ بعض چیزوں کی پرورش اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو فائدہ ہو جیسے تم نے باغ لگایا تاکہ پھل ہوں اور ہم کھائیں اور بچے کی پرورش کی تاکہ بڑا ہو کر ہماری خدمت کرے مگر اللہ نے مخلوق کی پرورش اپنے فائدہ کے لئے نہیں کی، وہ تو کسی کا محتاج نہیں، اس نے تربیت اس لیے کی تاکہ تم کو فائدہ ہو، دنیا میں تمہارا فائدہ ہو۔ اور اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہہ کر خدا کا شکر ادا کرو، آخرت میں تمہارا فائدہ ہوگا۔

ارواح کی اقسام

۱۔ صرف نیک روح یہ فرشتہ ہے۔

۲۔ صرف بری روح یہ شیاطین ہیں۔

۳۔ ملی جلی نیکی و بدی: یہ دو قسم ہے جن اور انسان۔

تو اس لئے انسان میں بدی بھی ہوتی ہے اس کا علاج و مداوا نیکی، اللہ کا نام، ذکر و شکر ہے۔

فرشتوں کی اقسام

فرشتوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو اجسام علوی وسفلی سے تعلق رکھتے ہیں۔بعض فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ،بعض بیت المعمور کا طواف کررہے ہیں۔بعض سدرۃ المنتہیٰ پر،بعض ستاروں کے کھینچنے والے،بعض آسمان کے نگران،بعض جنت کے داروغہ،بعض جہنم کے،اسی طرح بعض بارش کے لئے مقرر، ہر قطرہ کے ساتھ فرشتہ آتا ہے،بعض ہوا کے لئے مقرر،بعض حیوانات کے لئے ،بعض انسانوں کے لئے محافظ،ان کے اعمال لکھتے ہیں، بعض وہ ہیں تم اللہ کا نام لے کر خدا سے مانگتے ہو وہ امداد وتعاون کے لئے ہوتے ہیں، یہ اللہ کے فرمانبرداروں کے دوست اور نافرمانوں کے دشمن ہیں۔

۲۔ وہ فرشتے جن کو بڑے امور وکاموں میں تدبیر کے لئے مقرر کیا۔وحی لانا، رزق پہنچانا،اورارزانی وگرانی،ملکوں کی بربادی،اور مال ودولت کے لئے۔

۳۔ وہ فرشتے جو اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں۔قیام میں،رکوع میں، اور سجود میں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آسمان آواز کررہا ہے اور اس کا حق ہے کہ آواز کرے۔اس میں چار انگل کے برابر جگہ نہیں مگر فرشتے ہیں جو اللہ کے آگے سر سجدہ میں ڈال کر اس کی حمد وثناء میں مشغول ہیں۔ہم سب بھی رب العالمین کی حمد وثناء میں زندگی بسر کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پہچان نصیب فرمائے۔

درس نمبر ۲۰

رب العالمین کون

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وہ ہے جو سب کو پالتا ہے، ہر چیز اپنی پرورش میں اس کی محتاج ہے، تم کو اللہ ہاتھ نہ دیتا تو لُولے ہوتے، پاؤں نہ دیتا تو لنگڑے ہوتے، آنکھ نہ دیتا تو اندھے ہوتے، دل ودماغ نہ دیتا تو فاتر العقل مجنوں ہوتے، کان نہ دیتا تو بہرے ہوتے، زبان نہ دیتا تو گونگے ہوتے، کھانا نہ دیتا تو بھوکے ہوتے، پانی نہ دیتا تو پیاسے ہوتے، کپڑا نہ دیتا تو ننگے ہوتے، بیوی نہ ہو تو خاوند رنڈوے، خاوند مرجائے تو عورت بیوہ ہے، باپ مرجائے بچے یتیم ہوتے ہیں، گھر نہ دے تو بے گھر، دنیا نہ دے

تو بے زر ہو، مکان نہ دے تو بے در ہو، اگر مر جاؤ تو مردہ ہو، تم ہر حال میں محتاج ہو جو احتیاجی سے پاک ہے وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے۔ جب انسان محتاج و عاجز ہے تو اس کو اللہ کے سامنے عاجزی کرنا ضروری ہے، تکبر نہ کرے، بعض انسان اس صفت کو بھول جاتے ہیں، رب العالمین پالنے والی ذات کو بھول کر خود خدائی کا دعویٰ کر لیتے ہیں، اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

تکبر کی قسمیں

تکبر تین قسم ہے۔

۱۔ اللہ کے مقابلے میں تکبر: جیسے فرعون نے اپنے کو معبود حقیقی سمجھا اور کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (النٰزعات ع ۱) موسیٰ علیہ السلام نے کہا معبود حقیقی وہ ہے جس نے زمین و آسمان اور تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ تو اس فرعون نے ہامان وزیر سے کہا کہ مکان بلند تیار کرتا کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھوں۔

جیسا کہ نمرود مردود اپنے کو مالک حقیقی سمجھتا تھا، الوہیت و ربوبیت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا میرا معبود حقیقی اللہ ہے تو اس نے بھی کہا کہ تیرے معبود حقیقی کی کیا علامت ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب زندہ کو مارتا ہے اور مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ تو نمرود نے کہا میرے اندر یہ احیاء و اماتت کی صفت بھی ہے، تو اس نے دو قیدی بلوائے جو قتل کا مستحق تھا اس کو چھوڑ دیا اور جو ناحق تھا اس کو قتل کرا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ

بے وقوف ہے احیاء واماتت کا مطلب نہیں سمجھا۔ فرمایا میرا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم مغرب سے لے آؤ تو فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (البقرۃ ع ۳۵) تو کافر حیران رہ گیا۔

اسی طرح دجال لعین کو بھی اللہ قدرت دیں گے، اس کے ساتھ جنت وجہنم ہوگی، وہ بھی الوہیت کا دعویٰ کرے گا، مگر انجام یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوگا، جو تکبر اللہ کے مقابلے میں ہو اس کا نتیجہ ذلت ورسوائی ہے۔

۲۔ رسولوں کے مقابلے میں تکبر: پہلی امتوں میں بعض لوگوں نے انبیاء سے مقابلہ کیا پھر عذاب میں گرفتار ہوئے کفار مکہ، ابوجہل، ابولہب نے حضور ﷺ کی بے ادبی ومقابلہ کیا تو وہ گمراہ ہوئے اور ذلیل ہوئے۔

۳۔ بندوں کے مقابلے میں تکبر: کہ انسان اپنے کو اغیار سے امور دنیویہ اور دینیہ میں بہتر جانے، اس کی بہت علامتیں ہیں۔

۱۔ ایک علامت یہ کہ فقراء سے صحبت ورفاقت نہ کرے جیسے کفار حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ایمان نہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ فقراء سے اختلاط کرتے ہیں، اگر آپ ان سے علیحدہ مجلس تجویز کریں تو ہم آپ کے معتقد ہونگے۔

۲۔ دوسری علامت یہ کہ انسان رغبت کرے کہ لوگ ہماری تعظیم کریں۔ ہم آئیں اور لوگ ہماری تعظیم نہ کریں تو اس کو ملال ہو، یہ گناہ ہے اور اگر ویسے کوئی کسی کی تعظیم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس میں مودت اور اخوت کا اظہار ہے۔

۳۔ تیسری علامت حبر ازار ہے، تکبراً چادر، تہبند، عبا، قبا اور کوئی کپڑا ٹخنوں

سے نیچے لٹکانا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو تکبر سے اپنے کپڑے کو نیچے کرے اللہ اس کی طرف شفقت ورحمت کی نظر نہیں فرمائیں گے۔نصف ساقین تک ازار کرنا سنت ہے،ٹخنوں تک مباح ہے۔

ترمذی شریف میں عمرو بن شعیبؓ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ان متکبرین کا چیونٹی کی صورت میں حشر ہوگا اور لوگ ان کو قدموں کے نیچے روندیں گے۔ تو اس لئے اللہ کے مقابلے میں کوئی تکبر نہ کرے بلکہ رب العالمین سے مانگتا رہے۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ نے فرمایا تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھانا کھلاؤں تو مجھ سے کھانا مانگو میں دوں گا،تم سب ننگے ہو مگر جسے میں کپڑا دوں تو مجھ سے کپڑا مانگو۔حتی کہ آخری شب تک یہ آواز رہتی ہے۔هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُ لَهٗ هَلْ مِنْ مُسْتَوْلِدٍ اُوْلِدُ لَهٗ هَلْ مِنْ مُسْتَكْسٍ اَكْسُوْالَهٗ کوئی رزق مانگنے والا ہے میں اس کو روزی دوں،کوئی اولاد مانگنے والا ہے میں اس کو اولاد دوں،کوئی کپڑا مانگنے والا ہے میں اس کو کپڑا پہناؤں۔لہٰذا ہمیں رب العالمین کی عبادت وحمد کرنی چاہیے جو سب کو پالنے والا ہے۔(مشلہ فی الترمذی عن ابی ھریرۃؓ)

درس نمبر ۲۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی فضیلت

بعض علماء نے لکھا ہے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے آٹھ حرف ہیں، بہشت کے آٹھ دروازے ہیں جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے تو جنت کے آٹھ دروازے کھل جاتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا کلمہ فضیلت کا ہے اس کو بے موقع، بے محل، بے جگہ نہ کہے بلکہ جو جگہ کہنے کے لائق ہو وہاں کہے۔ جیسے منقول ہے کہ ایک بزرگ نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اب تیس برس سے استغفار کر رہا ہوں۔ وجہ پوچھی گئی کہ اس کا کیا سبب ہے، استغفار تو گناہوں سے ہوتی ہے۔ جواب دیا کہ ایک مرتبہ بغداد میں آگ

لگ گئی، تمام دکانیں جل گئیں اور میری دکان بھی تھی تو ایک آدمی نے خبر دی کہ شیخ تیری دکان بچ گئی، تو میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر میں نے تأمل کیا، فکر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ جملہ اس وقت کہنا خلاف مروت تھا۔ سب مسلمانوں کا مال جل گیا تو اس وقت غمگساری کا کلمہ کہنا تھا۔ صرف اپنے مال کے بچنے سے خوش ہوا، یہ تو اسلام کے خلاف ہے، مسلمان وہ ہے جس کو جیسے اپنے مال کے ضیاع پر ملال ہو ویسے ہی مسلمانوں کے مال کے ضائع ونقصان ہونے پر بھی ملال ہو، مجھے تو اِنَّا لِلّٰہِ کہنا چاہئے تھا میں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ دیا، اس لئے استغفار کر رہا ہوں۔

بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ناف تک پہنچی تو چھینک آئی تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو اللہ نے جواب دیا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ پھر اللہ نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ یہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہے ان کے پاس جاؤ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو آپ نے جا کر کہا تو انہوں نے جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ تو اللہ نے فرمایا یہی تحفہ تیری اولاد کے لئے مقرر ہے کہ ملاقات کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہیں اور چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں اور دوسرے یَرْحَمُکَ اللّٰہِ کہیں اور اہل جنت کا تحفہ بھی یہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہوگا اور نعمت ملنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں۔ قرآن میں ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یونس ع ۱) اسی اللہ کی تعریف کرو جو رب العالمین ہے، رب کا معنی مالک اور سردار اور موجد وخالق اور مربی ہے۔ اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ سارے جہان کی پرورش کرنے والا ہے۔

ربوبیت کی تشریح

ربوبیت کا معنی ہے کسی چیز کو درجہ بدرجہ کمال تک پہنچانا جیسے باغبان بیج زمین میں ڈالتا ہے، پھر جب شاخ نکلتی ہے تو اس کو پانی دیتا ہے، پھر جب بڑا ہوتا ہے تو قلم کرتا ہے، پھر جب کمال کو پہنچتا ہے تو پتے اور پھل لاتا ہے، سرسبز وشاداب ہوتا ہے، اس طرح اللہ نے ہر چیز کو کمال تک پہنچایا۔

پھر ربوبیت خاص بھی ہے اور عام بھی، خاص پرورش جیسے ماں باپ اپنے لڑکے کے حق میں پرورش کرتے ہیں اور باغبان ایک یا دو باغ کے حق میں تربیت کرتا ہے، بادشاہ اور امیر اپنے اپنے ملک ولشکر کے حق میں تربیت کرتے ہیں۔لیکن یہ قابل عبادت نہیں کیونکہ ان کی تربیت عام نہیں۔جس کا تصرف سب عالم میں نہیں، تاثیر اس کے اختیار میں نہیں، اس کی پوجا کیسے ہوسکتی ہے۔

بعض لوگوں کو ظاہر سے دھوکا لگتا ہے جیسا کہ ہندوؤں کے گمان میں پانی جو روح ہے، ہندی میں اس کو بھیرون کہتے ہیں اور آگ پر جو مقرر ہے اس کو جوالا کہتے ہیں، بعض گنگا نام دے کر پوجتے ہیں، کوئی خواجہ خضر کے دھوکا سے دریا پر پھول چڑھاتے ہیں، کوئی قمر کو عقرب میں تلاش کرتا ہے کہ اس وقت شادی نہ کروں، کوئی سورج چاند کی تاثیر کو دیکھ کر ان کو پوجتا ہے۔حالانکہ سورج کی تاثیر عالم حرارت میں ہے رطوبت میں نہیں، چاند کی تاثیر عالم رطوبت میں ہے حرارت میں نہیں۔سورج رطوبت پیدا کرنے میں عاجز، چاند حرارت پیدا کرنے میں محتاج، یہ ایک دوسرے کی

تاثیر میں عاجز و محتاج ہیں۔

بعض کو دھوکہ لگا کہ ستاروں کو مؤثر سمجھ کر پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بارش دیتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت زید بن خالدؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہوئی تو حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ سب نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے کہا مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ ہم اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش دیئے گئے تو ایسے لوگ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ میری ذات پر ایمان لانے والے ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش دی گئی تو وہ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ یعنی میرا انکار کرنے والے اور ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھنے والے ہوئے حالانکہ بارش تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے ان کو دن کا وعدہ دیا لوگ جمع ہوئے۔ حضور ﷺ نے منبر کا حکم دیا اور اس کو عیدگاہ میں رکھا گیا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے، اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا اللہ کا وعدہ ہے کہ تم اس سے مانگو وہ قبول کرتا ہے، پھر یوں دعا فرمائی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ
الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا غَیْثًا وَّاجْعَلْ مَااَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّۃً
وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ. (رواہ ابوداؤد)

پھر بارش شروع ہوئی، حضور ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ مکانوں، دیواروں میں چھپ رہے ہیں تو آپ ہنسے اور فرمایا۔

اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَا عَبْدُاللّٰہِ
وَرَسُوْلُہٗ .

کبھی آپ نے ان الفاظ سے بارش کی دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مُرِیْئًا مُّرِیْعًا نَافِعًا غَیْرُ
ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرُ اٰجِلٍ .

(رواہ ابوداؤد عن جابر بن عبداللہؓ)

کبھی آپ ان الفاظ سے دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اَسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ
رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ.

(رواہ ابوداؤد عن عمروؓ ابن شعیب)

تو جو ذات بارش دیتی ہے وہی رب العالمین ہے، جو رب العالمین کا اقرار کرے اس سے اللہ بھی راضی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابن مسعودؓ

سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جنت میں سب سے آخر میں جائے گا اور جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا، وہ شخص ہوگا جو ایک قدم اٹھائے گا جہنم سے نکلنے کے لئے دوسرا قدم رکھے گا تو منہ کے بل گرے گا، تیسرا قدم رکھے گا تو جہنم کی آگ اس کے جسم کو جھلسا دے گی، پھر کہے گا وہ ذات بزرگ و برتر ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ پھر سامنے ایک خوبصورت درخت دیکھے گا، اس کے ساتھ پانی کا چشمہ ہوگا، کہے گا اے اللہ! مجھے اس تک پہنچا تا کہ میں سایہ میں آرام کروں، چشمہ سے پانی پیؤں، اللہ فرمائے گا، تیری یہ خواہش پوری ہو تو دوسری چیز مانگے گا تو وہ اللہ کو وعدہ دے گا کہ پھر نہ مانگوں گا تو اللہ اس کو وہاں پہنچا دیں گے۔ پھر دوسرا درخت سامنے دیکھے گا جو پہلے سے خوبصورت ہوگا، ساتھ چشمہ ہوگا، کہے گا اس کے قریب کر دو تا کہ سایہ حاصل کروں، پانی سے سیر ہوں، اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح فرمائیں گے۔ پھر تیسرا درخت پہلے سے عمدہ ہوگا جو جنت کے دروازے کے قریب ہوگا، کہے گا اس جگہ پہنچا دو پھر اور سوال نہ کروں گا، جب قریب ہوگا تو جنتیوں کی آواز سنے گا، کہے گا یا اللہ! مجھے محروم نہ کر، جنت میں داخل کر دے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور مانگے گا؟ کہے گا نہیں اللہ فرمائیں گے تو اس پر راضی ہے کہ تجھ کو دنیا اور اس کی مقدار دوں۔ کہے گا اَتَسْتَهْزِءُ بِیْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اے سارے جہان کے پالنے والے آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور فرمائے گا اب تو تمنا، آرزو کر، خدا اس کو یاد دلائیں گے جب تمام آرزوئیں ختم ہونگی تو اللہ فرمائے گا یہ بھی اور اس کا دس گنا تیرے لئے ہے۔ پھر اس کو حوریں اور بیویاں ملیں گی وہ کہیں گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

اَحْیَاکَ لَنَا وَاَحْیَانَا لَکَ ۔اس اللہ کی تعریف جس نے تجھے ہمارے لئے پیدا کیا اور ہمیں تیرے لئے۔ یہ نجات رب العالمین کے اقرار کی وجہ سے ہوگی۔

درس نمبر۲۲

رحمٰن، رحیم کی تشریح

پہلے صفت ربوبیت کا ذکر تھا اب صفت رحمت کا ذکر ہے، پرورش بغیر رحمت کے نہیں ہوسکتی، پھر رحمت دو قسم ہے۔

ا۔ جو عین پرورش میں ہے کہ جس کی پرورش کی جارہی ہے اس کے حال پر پوری توجہ ہو اس کی ضروریات کو پورا کیا جائے مانگے یا نہ مانگے اس کو بلیات ومصائب سے بچایا جائے اس کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس پر لفظ رحمٰن دلالت کرتا ہے۔

۲۔ وہ رحمت جو پرورش کے بعد کمال تک پہنچانے کے لئے ہوتی ہے کہ کسی کے کمال کو ضائع اور برباد نہ کیا جائے۔ اس پر لفظ رحیم دلالت کرتا ہے تو اب اللہ کی

رحمت ہوگی نفع پہنچانا اور شر کو دفع کرنا۔

بعض نے کہا ہے کہ رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت کا ظہور ہو آسمان میں رہنے والوں کے لئے اور رحیم جس کی رحمت کا ظہور زمین میں رہنے والوں کے لئے ہو۔یعنی اللہ اپنی رحمت کے ساتھ آسمان والوں اور زمین والوں دونوں کی پرورش کر رہا ہے۔

بعض نے کہا رحمٰن جو بڑی بڑی چیزیں دے جیسے مال، دولت، اولاد۔رحیم وہ ہے جو چھوٹی چھوٹی چیزیں دے جیسے نمک، جوتا، گھاس۔

لوگ دنیا کے بادشاہوں سے حقیر چیز نہیں مانگتے کیونکہ وہ اس کو اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔منقول ہے کہ ایک بادشاہ سے کسی نے آسان مقدمہ کے لئے کہا تو خفاء وناراض ہوا اور اسے جیل روانہ کر دیا کہ چھوٹے کام چھوٹے لوگوں کے لئے مقرر ہیں اس نے یہ کہہ کر مجھے اہل کاروں کے برابر جانا۔تو اللہ فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہ ہیں جو سب کام خود نہیں کر سکتے اس لئے اہل کار مقرر کئے۔میں سب کی حاجت روائی کر سکتا ہوں، مجھ سے بڑی چیز مانگو دوں گا، چھوٹی چیز مانگو دوں گا، کپڑا اسی سے مانگو، جوتا اسی سے، نمک اسی سے۔

بعض نے کہا رحمٰن وہ ہے جس کی نذر گھٹیا اور ادنیٰ چیز کرو تو اس کے بدلے بہتر اور اعلیٰ چیز دے۔تم نے ناقص عبادت کی اس کے بدلہ اس نے سونے چاندی کے مکان دیئے۔منی کا گندہ قطرہ، اس سے اللہ نے بہترین شکل پیدا فرمائی تم پُرانا بیج زمین میں ڈالتے ہو اس سے اللہ خوبصورت، سرسبز درخت، انگوری پیدا کرتے ہیں۔ رحیم وہ ہے کہ انسانوں کے گمان میں بندوں سے جس نعمت کے پہنچنے کی امید ہو

عطا فرمائے جیسے علم استاذ سے، حکمت حکیم سے، علاج طبیب سے ہوتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں میں رحیم ہوں جو توقع تجھے استاذ سے ہے وہ مجھ سے کر، میں بے استاذ تجھے علم لَدُنی عطا کروں گا۔ جو توقع طبیب وحکیم سے ہو وہ اللہ سے رکھ، وہ بغیر دوا کے تجھے تندرستی عطا کرے گا۔

ازالۂ شبہ

ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب اللہ رحمٰن ورحیم ہے تو پھر بیماری، غربت، تکلیف اور غم کو کیوں پیدا فرمایا یہ تو رحمت سے بعید چیز ہے۔ تو اس کا حل یہ ہے کہ یہ ہماری ناقص عقل کا قصور ہے کہ ان چیزوں کو خلاف رحمت جانتے ہیں۔ حالانکہ دیکھئے ماں باپ اپنے لڑکے کو تادیب، ادب سکھانے کے لئے مارتے ہیں، لڑکا اس کو عذاب سمجھتا ہے، یہ اس کی نادانی وحماقت ہے، کم فہمی وقصور عقل کی وجہ سے ہے، ورنہ تو کمال رحمت وشفقت ہے۔ اسی طرح استاذ مدرسہ میں شاگرد کو لاٹھی اور طمانچہ مارتا ہے، اسے بھی وہ عذاب کہتا ہے مگر رحمت ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ والد لڑکے کی حجامت کراتا ہے، ناخن کٹواتا ہے، بال کٹواتا ہے، بچہ روتا چیختا اور چلاتا ہے، وہ سمجھتا ہے یہ تکلیف ہے، حالانکہ یہ کمال شفقت ہے۔ اور ماں اس کو نہلاتی اور اس کے بدن سے میل کو زائل کرتی ہے اور بدن کو بار بار ملتی ہے، وہ روتا ہے، وہ اپنی کم عقلی سے اس کو اپنے حق میں تکلیف سمجھتا ہے، حالانکہ یہ عین شفقت ہے۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ (بقرہ ع ۲۶)

درحقیقت ہر بلاء وآفت میں بھی اسکی رحمت پوشیدہ اور چھپی ہوئی ہے۔

اگر دنیا میں فقیر وغریب نہ ہوتے تو عالم کا انتظام قائم نہ ہوتا۔ کیونکہ جب کسی کو کسی سے غرض نہ ہوتی تو انسان جانوروں کی طرح پراگندہ پھرتے، نظام عالم درہم برہم ہوتا، ایک دوسرے کا کام نہ کرتے تو انسان کے پیدا کرنے کا فائدہ نہ ہوتا۔ امیروں کا بیمار ہونا حکیموں کے حق میں رحمت ہے، اگر مرض نہ ہوتی تو حکیم، طبیب، جراح، عطار معطل ہوتے۔ حکیم امیروں کے حق میں رحمت ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو علاج کیسے ہوتا۔ لشکر وچوکیدار بادشاہوں وامیروں کے حق میں رحمت ہیں اور بادشاہ وامیر ان کے حق میں رحمت ہیں، اگر فقیر نہ ہوتے تو بادشاہ بغیر خدمت گار کے کیا کر سکتے تھے۔ تو اس نظام میں غریب فقیر کا بیمار ہونا بھی رحمت ہے بلکہ بعض مرتبہ ظاہری بلا وآفت بڑی اعلیٰ وعمدہ رحمت کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسی آفت کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جیسے حضرت مریمؑ کا قصہ، بغیر خاوند کے لڑکا اللہ نے دیا، تو یہ بڑی عیب کی بات تھی، ظاہری رسوائی کا سبب تھا کہ قوم نے کہا اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ بدکردار اور نہ تیری ماں بدکارہ تھی، یہ لڑکا کہاں سے لائی؟ لیکن قرآن نے اس کو رحمت کہا ہے وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا (مریم: ع ۲) کہ ہم نے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا تا کہ یہ ہماری قدرت کا نمونہ ہو کہ ہم بن باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہیں اور یہ ہماری خاص رحمت ہے۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ غلام مولیٰ کے کام پر اعتراض نہ کرے، مخلوق کو کیا گنجائش کہ خالق کے کام پر اعتراض کرے۔

درس نمبر ۲۳

رحمٰن، رحیم کی تشریح

خدا رحمٰن ورحیم ہے، اس انسان کو پسند کرتا ہے جو دوسروں پر رحمت وشفقت کرے، جو آدمی اپنے اندر یہ حال پیدا کرلے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ ان پر رحم کرتا ہے اِرْحَمُوْا مَنْ فِیْ الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَّنْ فِیْ السَّمَاءِ جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے جو ذات آسمانوں میں ہے وہ اس پر رحمت کرتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا بد بخت وہ ہے جس

سے رحمت نکال لی گئی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے، نیکی کا حکم نہ دے، برائی سے نہ روکے، وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے۔

لہٰذا خلق خدا پر شفقت کریں، اولاد کی شفقت کے ساتھ تربیت کریں، یتیم کے ساتھ شفقت والا معاملہ ہو، ہمسایہ کے ساتھ رحمت وشفقت ہو، بلکہ پوری اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت، محبت، پیار، نرمی، خوش خلقی ہو جس کے ثمرات ونتائج بہت عمدہ ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس کی ایک لڑکی ہے وہ اس کی پرورش کرتا ہے، ادب سکھلاتا ہے، شفقت کرتا ہے، تو اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اللہ اسے جنت میں داخل کریگا۔ اور فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی شفقت سے کفالت کی بالغ ہونے تک تو اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اس کے لئے اللہ جنت کو واجب کردے گا۔ اور فرمایا جس کی تین لڑکیاں، تین بہنیں ہیں، ان کی پرورش کرتا ہے، شفقت سے ادب سکھاتا ہے تو كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ وہ جہنم سے پردہ ہوجائیں گی۔

بخاری شریف میں ایک اور روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی، اس نے کچھ مانگا تو آپ نے اسے ایک کھجور دی، اس کو اس نے دو حصے کیا، دو لڑکیاں تھیں ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا تو وہ چلی گئی، حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا، فرمایا جو اولاد کی پرورش کے ساتھ آزمایا گیا تو یہ اس کے لئے

جہنم کی آگ سے حائل ہونگی۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ اولاد سے شفقت ومحبت و پیار کرتے ہیں، ان کی پیشانی چومتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! تو اس نے کہا ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ تو فرمایا اگر اللہ کسی کے دل سے رحمت نکال دے تو میں کیسے ڈال سکتا ہوں۔

یتیم کے ساتھ بھی شفقت کرو۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا وہ گھر تمام گھروں سے بہتر ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ وہ برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔ فرمایا جو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دے اسے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو یتیم کو اپنے کھانے میں شریک کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (رواہ شرح السنۃ عن ابن عباسؓ)

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ قساوت قلبی کا علاج ہے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا۔

پڑوسی کے ساتھ بھی شفقت کرو۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے ہمسایہ کے بارے میں وصیت فرمائی، میں نے خیال کیا کہ اس کو وارث بنائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو ہمسایہ کو ایذاء و تکلیف دیتا ہے، وہ کامل مؤمن نہیں اور وہ جب تک سزا نہ بھگتے گا، اتنے تک جنت میں داخلہ نہ ملے گا۔

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں سوال ہوا کہ ایک عورت نماز روزہ صدقہ زیادہ کرتی ہے لیکن پڑوسی اس کی زبان سے تکلیف اٹھاتے ہیں، فرمایا وہ جہنمی ہے۔ دوسری عورت کے متعلق سوال ہوا کہ نماز روزہ صدقہ کم کرتی ہے مگر زبان سے ہمسایہ کو تکلیف نہیں دیتی، فرمایا وہ جنتی ہے۔

بیہقی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا وہ انسان کامل مؤمن نہیں جو خود سیر ہو پڑوسی بھوکا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھانا تیار کرتی، گوشت پکاتی شوربا زیادہ کرتی، تیس گھروں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کھانا پہنچتا تھا۔

انسان دوسرے انسانوں پر شفقت کرے تاکہ آپس میں جڑ جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی مثال مکان کی طرح بعض حصہ بعض حصہ کو مضبوط کرتا ہے، تو مسلمان بھی ایک دوسرے سے جڑے ملے ہیں۔ (رواہ البخاری عن ابی موسیٰؓ)

مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ اگر سر میں درد ہو تو پورا بدن بے قرار، اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے چین ہوتا ہے۔

اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے، اس کو ہلاک وذلیل نہ کرے۔ اور جو بندہ اپنے بھائی کے کام میں لگا ہوا ہے اللہ اس کی بھی حاجت وضرورت کو پورا کریں گے۔ جو کسی مسلمان کے دنیا کے رنج وغم کو دور کرتا ہے اللہ بھی اس سے آخرت کے غم کو دور کرے گا۔ اور جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اللہ بھی

اس کے عیوب کو دنیا و آخرت میں چھپائیں گے۔ جب انسان میں مخلوق خدا پر شفقت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ ایک عورت فاسقہ و فاجرہ تھی، اس نے کنویں کے قریب کتے کا بچہ دیکھا، جس کی زبان پیاس سے باہر نکلی ہوئی تھی، وہ پیاس سے سسک بلک رہا ہے، ایڑیاں رگڑ رہا ہے، مٹی چاٹ رہا ہے، اس کو رحم آیا، اس نے موزے اتارے، اپنے دوپٹہ سے باندھے اور کنویں سے پانی نکالا، اس کو پلایا تو اللہ نے اس کو جزاء دی کہ تو نے میری مخلوق پر رحم کیا، میں نے تجھے بخش دیا۔ ایک روایت میں مرد فاسق کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلق خدا پر شفقت و رحمت و مہربانی کے ساتھ پیش آنے کی توفیق دے۔ (آمین)

درس نمبر ۲۴

مالک یوم الدین کی تشریح

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ وہ مالک ہے دن جزا کا، مالک ملک سے لیا گیا ہے جس کا معنی کسی شے پر ایسا قبضہ ہو کہ اس میں تصرف کرنے پر جائز قدرت رکھتا ہو، یوم کا معنی دن ہے، دین کا معنی جزاء ہے۔ یعنی اللہ کی ذات کو روز جزاء کی ملکیت ہے، اس دن کے تمام کام پر ملکیت صرف اللہ کی ہوگی۔ قیامت و آخرت کا عقیدہ بنیادی ہے، تمام سماوی کتب میں اس کا ذکر ہے، تمام اہل شریعت کا عقیدہ ہے۔ قرآن میں ہے اِنَّ ھٰذَا لَفِیْ الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی (الاعلٰی ع ۱) آخرت کا دین سے ہونا یہ مضمون پہلے صحف میں بھی ہے جو اس کی تصدیق کرے،

اقرار کرے، وہ مؤمن جو انکار کرے، وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

بعث بعد الموت کے دلائل

قیامت کا فلاسفہ ملاحدہ زنادقہ انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ انسان مر کر مٹی ہوگا، اور مٹی کے ذرات منتشر ہو جائیں گے، تو ان ذرات کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ اور ایک انسان کے ذرات کو دوسرے انسان کے ذرات سے کیسے الگ کیا جائے گا؟ اور ان ذرات کو کیسے بدن سے متصل کیا جائے گا؟ تو قرآن مجید میں قیامت کے وجود پر مختلف انداز سے دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔

پہلی دلیل

کہ جس اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ زندہ کیا جب کہ اس کا نام ونشان نہ تھا وہی اللہ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیونکہ ایک معمار جو مکان بنا چکا ہے وہ دوسری مرتبہ اس جیسا یا اس سے عمدہ مکان بنا سکتا ہے، اس کے لئے دشوار اور مشکل نہیں۔ تو اللہ بھی اس پر قادر ہے۔

اس کو قرآن مجید نے یوں ذکر کیا۔ سورۃ انبیاء میں ہے بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ (الانبیاء ع ۷) کہ ہم نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا دوبارہ بھی ایسا پیدا کریں گے، یہ ہمارے ذمہ ہے، ہمارا وعدہ ہے، اس کو ہم ضرور پورا کریں گے۔

سورۃ یٰسٓ میں ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِیَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ یُحْیِیُ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْ أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَبِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ .(یٰسٓ ع۵)

(ترجمہ) بیان کرتا ہے ہم پر ایک مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش کو، کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کھوکھلی ہوگئیں۔تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار، جو پہلی بار پیدا کرسکتا ہے وہ دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے، اس کے علم میں ہے کہ ذرات کہاں کہاں ہیں، وہ قادر بھی ہے اور علیم بھی۔

دوسری دلیل

کہ ایک نوعیت کے دو کام ہوں۔اگر کرنے والا ان میں سے مشکل کام کرسکتا ہے تو آسان بھی کرسکتا ہے۔جیسے درزی کے لئے خیاطت کے دو کام ہیں، ایک کوٹ شیروانی سینا، دوسرا چادر سینا جو آسان ہے، تو جو درزی کوٹ سی سکتا ہے وہ چادر بھی سی سکتا ہے۔تو اسی طرح تخلیق کے ایک نوعیت کے دو کام ہیں۔ایک زمین، آسمان، مخلوق کا پیدا کرنا جو کروڑوں من کی ہے۔دوسرا انسان کو پیدا کرنا جو ڈیڑھ دو من کا ہے۔تو جو اللہ بڑی مخلوق کو پیدا کرسکتا ہے وہ چھوٹی مخلوق بھی پیدا کرسکتا ہے۔

اس کو قرآن میں یوں ذکر کیا ہے۔ءَ اَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقاً اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا

رَفَعَ سَمْکَهَا فَسَوّٰهَا (النٰزعات ع ۲) جو زمین آسمان کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ انسان کو بھی دوبارہ زندگی دے سکتا ہے۔

تیسری دلیل

کام کا مشکل و آسان ہونا کام کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے دس من بوجھ چیونٹی کے لئے تو مشکل ہے لیکن ہاتھی کے لئے کوئی دشوار نہیں حالانکہ یہ دونوں حیوان ومخلوق ہونے میں برابر ہیں مگر خالق مخلوق میں کیا برابری ہوسکتی ہے تو اب مخلوق کو قدرت ہے کہ ایک مکان بنائے پھر اس کو گرا دے اس کی جگہ دوسری عمارت بنائے تو خالق کو یہ قدرت کیوں نہیں کہ دنیا کی عمارت کو ختم کر کے اس کی جگہ آخرت کی عمارت کھڑی کر دے۔ انسان کے لئے تو یہ مشکل ہے مگر اللہ کے لئے تو کوئی دشوار نہیں کہ نظام دنیا کو درہم برہم کرے اس کی جگہ آخرت کی تعمیر لائے۔

قیامت کی حقیقت بھی یہی دو نفخہ ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ کہ پہلی بار صور پھونکا جائے گا جس سے سب کائنات ہلاک ہوجائے گی ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَاهُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (الزمر ع ۷) پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو سب انسان حیوان زندہ ہوجائیں گے، بچے بھی، بوڑھے بھی۔ ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا، اس وقفہ میں چالیس دن عرش سے سفید پانی کی بارش ہوگی، یہ ماء الحیات آب حیات ہے جس سے وہ خاکی قالب لحمی قالب ہونگے

اور ایسا بدن ملے گا کہ پھر تغیر وفنا نہ ہوگا۔

اور قیامت شریر لوگوں پر ہوگی۔ مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تک اللہ اللہ کرنے والے مؤمن ہوں گے قیامت نہ آئے گی۔

جب اقتدار بدترین لوگوں کے پاس ہوگا، انسان گندے ہوجائیں گے، ان پر قیامت قائم ہوگی۔ اگر تھوڑے نیک ہوں گے تو اللہ ایک ہوا چلائیں گے جس سے ان مؤمنوں کی روحیں بھی قبض کی جائیں گی، صرف برے لوگ بچ جائیں گے جن پر قیامت قائم کی جائے گی۔ کیونکہ جس طرح ایک انسان بیمار ہوتا ہے اس کے لئے علاج ہوتا ہے، اگر حکیم ڈاکٹر اس کو لاعلاج کردیں تو وہ مرض مہلک بن جاتی ہے، پھر وہ آدمی مرکر ہلاک ہوتا ہے۔ تو اس طرح انسانیت کا اجتماعی وجود جب بیمار ہوگا یعنی لوگ برے ہوں گے اور اس کے علاج سے صحت نہ ہوسکے گی تو اجتماعی وجود ہلاکت کے قریب ہوگا۔ جب انسان ہلاک ہوگا تو پوری کائنات کے لئے ہلاکت کا قانون نافذ ہوگا کیونکہ کائنات کو اللہ نے انسان کا خادم بنایا ہے، جب مخدوم نہ رہا تو کائنات بھی ختم کردی جائے گی۔

پھر جس طرح موت کے قرب میں علامات ہوتی ہیں جن سے موت ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح دین کی مرض الموت کے لئے بھی علامات قیامت ہیں، جب یہ ظاہر ہونگی تو قیامت ظاہر ہوگی۔

آپ بھی اپنی زندگی کو بدلو، فکر آخرت پیدا کرو کہ ایک دن ہم نے قبروں سے

اٹھنا ہے، حساب ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت نصیب فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر ۲۵

قیامت کے نام

قیامت کے مختلف نام ہیں جس کے بہت نام ہوں وہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے **البدور السافرة فی امور الآخرة** میں ۸۰ نام ذکر کئے ہیں، ان میں سے بارہ اہم نام ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ الساعۃ **وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيْهَا** (الحج ع ۱) قیامت کا دن آکر رہے گا، اس میں شک نہیں، ساعت کا معنی گھڑی گھنٹہ، تو اس دن میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کا حساب تھوڑے سے وقت میں لے لے گا۔

۲۔القیامۃ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (اٰل عمران ع ۱۹)
اس کا معنی کھڑا ہونے کا ہے، اس دن جبرئیل، فرشتے، تمام لوگ، اللہ کے آگے کھڑے ہونگے۔

۳۔الحاقۃ: اَلْحَآقَّۃُ مَا الْحَآقَّۃُ (الحاقۃ ع ۱) یہ حق ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ دن حق ہے اس میں شک نہیں۔

۴۔الواقعہ: اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ (الواقعۃ ع ۱) وقوع سے ہے کہ یہ دن واقع ہونے والا ہے۔

۵۔القارعہ: اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ (القارعۃ) جس کا معنی کھٹ کھٹانے کا ہے، اس دن میں دل لرز جائیں گے۔

۶۔غاشیہ: ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (الغاشیۃ ع ۱) جس کا معنی چھپانے کا ہے، یہ دن اپنی سختیوں کی وجہ سے دلوں کو چھپالے گا، انسان حواس باختہ ہوں گے۔

۷۔خافضہ: خافضہ جس کا معنی پست کرنے والا، یہ دن کفار مشرکین کو جہنم کی پستی میں ڈلوائے گا۔

۸۔رافعہ: جس کا معنی بلند کرنے کا ہے، اس دن نیک لوگوں کو بلند مقام دیئے جائیں گے۔

۹۔آزفہ: معنی قریب آنے والی کا ہے، ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے اور جانے والی دور ہوتی ہے، تو قیامت کا دن آنے والا ہے، قریب ہے، حقیقت میں

موت اس کی تمہید ہے۔

۱۰۔طامہ: فَاِذَا جَآءَ تِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى (النٰزعات ع ۲) معنی آفت، تو یہ دن بہت بڑی آفت کا ہے، قسمت کے فیصلے ہوں گے۔

۱۱۔ یوم التغابن: یہ غبن سے جس کا معنی دھوکہ، اس دن واضح ہوگا کہ دنیا دھوکہ تھی، زندگی کا قیمتی حصہ غلط چیزوں، نقصان دینے والی چیزوں میں گزرا، اچھے اعمال سے محروم رہے۔

۱۲۔ یوم الدین: یہ جزاء کا دن ہے، دارالعمل ہے، آخرت دارالجزاء، اس میں نیک و بد اعمال کا بدلہ ملے گا، صلہ وصول کرنے کا دن ہے۔

قیامت کے مناظر

اگر آج دنیا میں کوئی ناز و نعم میں عیش و عشرت میں مال و دولت میں کھیلتا ہے یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کا محبوب و مقبول ہے۔ اور اگر کوئی دنیا میں مصیبتوں میں رنج فقر میں تکالیف میں گھرا ہوا ہو تو وہ اللہ کا مبغوض ہے۔ بلکہ جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ دفتر و کارخانہ میں انسان محنت کرتا ہے، مشقت کرتا ہے، کپڑے خراب، دوڑ دھوپ میں لگا ہوا، گرمی تکلیف برداشت کرتا ہے، مگر کوئی یہ نہ کہے گا کہ مصیبت میں گرفتار ہے، بلکہ اس کو کامیابی سمجھتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس کو چھوڑ دے، تو وہ کہے گا کہ یہ میرا خیر خواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ تیس دن بعد مجھے اس کے بدلہ انعام وصلہ، تنخواہ ملے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا انبیاء واولیاء زیادہ مصائب میں ہوتے ہیں ۔ یہ مشکلات امتحان ہوتے ہیں، دل مطمئن ہوتا ہے البتہ کبھی اللہ دنیا میں بدعملی کی سزا کا نمونہ انسان کو دکھا دیتے ہیں لیکن یہ پورا بدلہ نہیں وہ بدلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اللہ کے عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ نیک وبد اچھے برے برابر نہ ہوں بلکہ ہر ایک کو اپنے کئے کے مطابق جزاء سزا ملے، اس کے لئے یہ دن مقرر کیا ہے۔

حدیث میں ہے یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، مگر مؤمن پر ہلکا ہو جائے گا۔ اس کے لئے اس دن کی درازی نماز پڑھنے کی مقدار ہوگی، بعض لوگ بلا حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے ۔ منادی اعلان کرے گا جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے وہ کہاں ہیں، وہ سن کر آئیں گے، بغیر حساب ان کو جنت میں داخلہ ملے گا۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک مرتبہ رو رہی تھیں، حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ کہا آگ کو یاد کرنے کی وجہ سے، حضرت عائشہؓ نے کہا آپ اس دن اپنے اہل کو یاد کرو گے؟ فرمایا تین جگہ کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔

خدا کے روبرو جب روز جزا ہوگا
نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا
زوجہ اپنے شوہر کی نہ شوہر اپنی بیوی کا ہوگا
ستارے ٹوٹ جائیں گے زمین پر زلزلہ ہوگا

فرمایا ایک جبکہ اعمال تولے جائیں گے یہاں تک کہ معلوم نہ ہو کس کا پلہ بھاری یا ہلکا رہا۔

دوسرا جب نامہ اعمال دیئے جائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے ملے گا۔ جس کو دائیں میں ملا وہ کہے گا، آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو۔

تیسرا جبکہ پل صراط جہنم کی پشت پر رکھی جائے گی، بعض بجلی کی طرح گزریں گے، بعض سواروں کی طرح، بعض پیادہ کی طرح، بعض کٹ کر گریں گے۔ وہ حساب کا دن سخت ہوگا۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس سے حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا۔ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا** (الانشقاق) کہ حساب آسان لیا جائے گا۔ فرمایا یہ آسان حساب صرف پیش کیا جانا ہے کہ اس میں کوئی مناقشہ نہ ہوگا اور جس کے حساب میں مناقشہ ہوا، گرفت ہوئی، وہ ہلاک ہو گیا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس دن تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک پیادہ، دوسرے سوار، تیسرے منہ کے بل چلنے والے۔ سوال کیا گیا کہ حضرت منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جس اللہ نے قدموں پر چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر قادر ہے۔ پھر وہ اپنے کو بلندی اور کانٹوں سے منہ کے ساتھ بچائیں گے۔

جو کچھ کرو گے اس دن زمین گواہی دے گی **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** (الزلزال) فرمایا زمین ہر مرد و عورت پر گواہی دے گی کہ فلاں دن میرے اوپر یہ کام کیا تھا آج نیکی کر لو ورنہ کل پچھتاؤ گے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ہر انسان نادم ہوگا، نیک کی ندامت کہ زیادہ نیکی کرتا، برے کی ندامت کہ برے کاموں سے رک جاتا۔ حساب کے دن کی فکر کرو، کسی پر بھی ظلم نہ کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا کہ میرے غلام ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، نافرمانی کرتے ہیں، میں ان کو برا کہتا ہوں، مارتا ہوں، تو میرا کیا حال ہوگا؟ فرمایا اس دن ان کے جھوٹ، خیانت اور تیری سزا کا موازنہ کیا جائے گا۔ اگر برابر تو معاملہ بھی برابر، اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے کم تو تجھے اجر ملے گا، اگر سزا زیادہ ہوگی تو تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص علیحدہ ہو کر رونے لگا اور کہا حضرت گواہ ہوں کہ میں ان کو آزاد کرتا ہوں، اپنے لیے یہی بہتر سمجھتا ہوں۔ (رواہ الترمذی)

درس نمبر ۲۶

صفات ثلاثہ کی تشریح

اَلْحَمْدُ کے بعد تین صفتوں کو بیان کیا رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اس کی حکمت ونکتہ کیا ہے۔تو علماء نے لکھا ہے جو کسی کی تعریف کرے تو وہ تین وجوہ سے خالی نہیں۔ یا تو تعریف کرنے والا جس کی تعریف کرتا ہے گزشتہ زمانوں میں اس کا پرورش یافتہ ہوتا ہے۔ یا بالفعل اس سے فائدہ کی توقع رکھتا ہے۔ یا آئندہ فائدہ حاصل کرنے کی غرض ہوتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا کہ انسان میری تعریف کرے کیونکہ شکم مادر میں، ماں کے پیٹ میں اس کو پالنے والا

میں ہوں۔اوراب بھی مجھ سے رحمت کی توقع رکھے کیونکہ رحمٰن رحیم ہوں۔اور آئندہ بھی مجھ سے توقع رکھے کیونکہ میں مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ہوں۔یہ تین صفات ذکر کی ہیں تا کہ ثابت ہو کہ حقیقت میں حمد کے لائق ایک اللہ کی ذات پاک ہے۔

اللہ کے ناموں کی حکمت

پھران آیات میں اللہ کے پانچ نام ذکر کئے ہیں۔

۱۔اللہ

۲۔رب

۳۔رحمٰن

۴۔رحیم

۵۔مالک یوم الدین

اس میں حکمت کیا ہے؟اس میں علماء کے تین قول ہیں۔

قول نمبر۱

چونکہ اس سورت میں سوال پانچ ہیں تو نام بھی پانچ ذکر کئے تا کہ ہر سوال کے مقابلہ میں ایک نام ہو،وہ پانچ سوال یہ ہیں۔

۱۔عبادت

۲۔استعانت

۳۔ہدایت

۴۔استقامت

۵۔انعام

تو اللہ نے اشارہ فرمایا کہ عبادت کے لائق میں ہوں، میری عبادت کرو، کیونکہ میں اللہ ہوں۔

اور اگر مدد مانگنی ہے تو مجھ سے مانگو کیونکہ میرا نام رب ہے، جب میں نے پرورش کی تو تیری مدد کروں گا۔

اور اگر ہدایت طلب کرنی ہے تو مجھ سے طلب کرو، کیونکہ میرا نام رحمٰن ہے، اپنی رحمت عامہ سے تجھے گمراہی سے بچاؤں گا۔

اور اگر استقامت طلب کرنی ہے تو مجھ سے طلب کرو، کیونکہ میرا نام رحیم ہے، اپنی خاص رحمت سے تجھے ثابت قدم رکھوں گا۔

اور انعام مانگنا ہے مجھ سے مانگ، بخش دوں گا، کیونکہ میرا نام مالک ہے۔ سارے جہان کا مالک ہوں، تجھے بخش دوں گا۔

قول نمبر۲

کوئی شخص کسی شخص کی تعریف چار وجوہ سے کرتا ہے۔

۱۔ذاتی کمال کی وجہ سے، وہ احسان کرے یا نہ کرے۔

۲۔احسان کی وجہ سے صاحب احسان کی تعریف کرتا ہے۔

۳۔آئندہ احسان کی امید ہو اگرچہ بالفعل نہیں کیا۔

۴۔اس کے غصہ کے ڈر کی وجہ سے کہ اگر اس کی تعریف نہ کی تو ناراض ہوگا۔

اللہ نے اشارہ کیا کہ پہلی وجہ سے میری تعریف کرو کیونکہ میری ذات میں کمال ہے، چونکہ میرا نام اللہ ہے، جس میں تمام صفات کمال ہیں، تو میری ذات مقتضی ہے کہ میری تعریف کرو۔ جیسے کسی میں علم یا ہنر کا کمال ہو تو اس کی تعریف کی جاتی ہے، وہ کہے یا نہ کہے۔

اور دوسری وجہ سے میری تعریف کرو کیونکہ میرا نام رب ہے، میں نے احسان کیا ہے، عدم سے وجود میں لایا ہوں، میری ربوبیت کو دیکھ کر تعریف کرو۔

تیسری وجہ سے میری تعریف کرو کیونکہ میرا نام رحمٰن ہے، رحیم ہے، بالفعل میں نے احسان کیا کہ رحمٰن ہوں، آئندہ بھی توقع رکھو کہ میں رحیم ہوں۔

چوتھی وجہ سے میری تعریف کرو، میرے خوف کی وجہ سے تعریف کرو، اگر نہ کرو گے تو سخت عذاب ہوگا۔

قول نمبر۳

تعریف کے لائق میں ہوں کیونکہ میرا نام رب ہے، اس ربوبیت کی جہت سے تیری پرورش کی ہے، عدم سے وجود دیا۔ اور جب بڑا ہوا تو گناہ کرنے لگا، پھر تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا کیونکہ رحمٰن ہوں مخلوق کے سامنے رسوا نہیں کیا۔ اور پھر توبہ کر کیونکہ رحیم ہوں، توبہ قبول کروں گا۔ پھر مجھ سے ثواب کی امید رکھ میں مالک یوم الدین ہوں تو ثواب دوں گا، اس دنیا میں توبہ کر، غرور تکبر نہ کر کیونکہ مالک کے ہاں جانا ہے۔

بخاری شریف میں فقیہ امت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کی خدمت میں کہا کہ اللہ قیامت کے دن آسمان ایک انگلی پر، زمین ایک انگلی پر، پہاڑ اور درخت ایک انگلی پر، پانی اور نیچے کی ترمٹی ایک انگلی پر اور باقی مخلوق ایک انگلی پر رکھ کر ان کو حرکت دے گا اور فرمائے گا اَنَا اللّٰہُ، اَنَا الْمَلِکُ میں اللہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ ہنس پڑے کہ یہودی بھی میری تصدیق کر رہا ہے، پھر اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ م بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ .(الزمر ع ۷)

ترجمہ: اور نہیں سمجھتے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے اور زمین ساری ایک مٹھی ہے دن قیامت کے اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ یہ شریک بتلاتے ہیں۔

اور مسلم شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ اس طرح آسمان و زمین کو ہاتھ میں لے کر اللہ فرمائے گا اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ بادشاہ کہاں ہیں؟ سرکش اور متکبر کہاں ہیں؟ اور تمام کائنات کو ایک مٹھی میں لے کر فرمائیں گے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن ع ۲)

ترجمہ: کس کا راج ہے اس دن؟ اللہ ہی کا جو اکیلا ہے، دباؤ والا۔

جب اللہ کہیں گے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کوئی جواب نہ دے گا۔ اللہ خود کہے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ آج تو صرف غالب کی شان ہے۔

پھر یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ تمام کائنات پر حقیقی ملکیت، بادشاہی تو صرف ایک اللہ کی ہے تو پھر یوم الدین کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔

جواب کی تقریر یہ ہے کہ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، پیدا کیا، تربیت کی، اس کا مِلک مکمل ہے، ظاہر اور باطن پر ہے، زندہ اور مردہ پر ہے، اس کے مِلک کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء، انسان کا مِلک محدود ہے اس کی ابتداء بھی ہے انتہاء بھی ہے، نہ پہلے مِلک تھا نہ پھر ہوگا، اس کا تصرف ظاہر پر ہے باطن پر نہیں، زندہ پر ہے مردہ پر نہیں۔ انسان کو اللہ نے ناقص وعارضی ملکیت عطا کی ہے۔ دنیا میں، ظاہر میں، یہ زمین، مکان، دوکان، بنگلہ، سامان، غلام کا مالک ہے، اس کی ملکیت کا احترام بھی کیا جاتا ہے مگر یہ عارضی ملکیت ہے، اس کے لئے آزمائش ہے۔ تو اب مالک حقیقی تو اللہ ہے جب انسان کو ناقص ملک دیا تو یہ مغرور ہونے لگا۔ تو اللہ نے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہہ کر تنبیہ کی کہ چند روزہ ملک پر غرور نہ کر، خدا کے احکام کو بجالا، ایک دن ہوگا جب یہ تعلقات نہ ہوں گے، اس دن غلام، آقا، خادم، مخدوم نہ ہوں گے۔ سورۃ مؤمن میں ہے۔

یَوْمَ ھُمْ بٰرِزُوْنَ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ
لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی
کُلُّ نَفْسٍ م بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ

الْحِسَابِ . (المؤمن ع ۲)

ترجمہ: جس دن وہ ظاہر ہوں گے، اللہ پر کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہ ہوگی، آج کے دن کس کے لیے بادشاہی ہے؟ ایک اللہ کے لیے جو غالب ہے۔ آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو اس کا جو اس نے کیا، آج کے دن ظلم نہ ہوگا، بے شک اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

تو اس یَوْمِ الدِّیْنِ کی تخصیص تنبیہ کے لئے ہے نہ کہ خبر کے لئے۔ جیسے نااہل اولاد والد سے گستاخی، بے ادبی کرے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ بھائی! یہ تیرا باپ ہے۔ یہ خبر نہیں ہوتی، وہ تو اس کو معلوم ہوتا ہے جب کہ بچپن میں ابا ابا کہہ کر پیسے لیتا تھا۔ اس کہنے سے اس کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تو ایسے سلوک کر رہا ہے جیسے کوئی اغیار سے سلوک کرتا ہے یہ تو تیرا باپ ہے۔

اس طرح اللہ نے بھی اپنے بندوں کو تنبیہ کی کہ ظاہری ملک کی وجہ سے خدا کو نہ بھلاؤ، وہ دن جزاء کا مالک ہے، اس دن فیصلہ کرے گا۔ اللہ ہم سب کو فکر آخرت کی توفیق دے۔

درس نمبر ۲۷

قیامت کا دن اور عدل خداوندی

قیامت کا دن عقائد واعمال کے مطابق صلہ، جزاء وسزا پانے کا دن ہے تا کہ اللہ کی صفت عدل وحکمت کا ظہور ہو، اللہ کا ارشاد ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ (المؤمنون ع ٦)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى .(القيمة ع ٢)

ترجمہ: کیا پس تم نے گمان کرلیا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

دنیا میں نیک و بد، متقی و فاجر، مؤمن و کافر، فرمانبردار اور باغی بھی ہیں۔ تو ہر ایک سے مناسب سلوک ہو، ورنہ خدا کا عدل ظاہر نہ ہوگا۔ کیونکہ دنیا کا بادشاہ اپنی مطیع رعایا کو انعام اور باقی رعایا کو سزا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی عادل ہے، ایسا کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں تو نیک و بد یکساں نظر آتے ہیں، ایک جیسا ظاہری سلوک ہے، دونوں کا کھانا، پینا، لباس وغیرہ برابر ہے، بلکہ بعض اوقات بد اپنی زندگی عیش و عشرت کی گزارتا ہے اور نیک تنگی کی زندگی گزارتا ہے۔ تو اس دنیوی زندگی کے بعد ایک ایسی اخروی زندگی ہو، جس میں ہر ایک سے مناسب سلوک ہو۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ.(ص ع ۳)

ترجمہ: کیا ہم کریں گے ان کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کی طرح جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یا ہم کریں گے پرہیزگاروں کو گناہ گاروں کی طرح۔

اس لئے مجازات اعمال کے لئے آخرت کا دن ضروری ہے، پھر انسان دنیا میں جو اعمال کرتا ہے اس پر شہادت و گواہی ضروری ہے۔

چار شہادتیں

۱۔ انبیاء و علماء کی شہادت

انبیاء و علماء کی شہادت کہ ہم نے ان کو احکام کی تبلیغ کی بات پہنچائی۔

وَجِآیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ(الزمر ع ٦)

ترجمہ:اور حاضر ہوں گے پیغمبر اور گواہ۔

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ م بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَاءِ شَھِیْدًا.(ص ع ۳)

ترجمہ: پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا۔

۲۔ملائکہ معصومین کی شہادت

فرشتوں کی گواہی جو کاتب حسنات وکاتب سیئات ،نیکیاں برائیاں لکھنے والے ہیں۔

وَمَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ . (ق ع ۲)

ترجمہ:نہیں بولتا کچھ بات مگر ہے اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار۔

وَجَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَعَھَا سَآئِقٌ وَّشَھِیْدٌ . (ق ع ۲)

ترجمہ:اور آیا ہر ایک جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانے والا۔

۳۔اعضاء کی شہادت

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ. (یس ع ۴)

ترجمہ: آج ہم مہر لگادیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔

۴۔زمین کی شہادت

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا. (الزلزال ع ۱)

ترجمہ: اس دن بتلائے گی زمین اپنے احوال۔

حدیث میں ہے زمین ہر مرد وعورت پر گواہی دے گی کہ میری پشت پر فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔

باقی یہ شبہ کہ زمین اور اعضاء تو بے روح جامد چیزیں ہیں، یہ کیسے بولیں گے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انسان اپنے اقوال تقاریر باتوں کو ٹیپ ریکارڈ میں بند کر کے پھر سوئی کو پھیر کر ٹیپ کردہ باتوں کو ظاہر کرتا ہے۔تو اللہ قادر ہے کہ ان افعال کو زمین واعضاء میں ٹیپ کردے، پھر قیامت کے دن مشیت ایزدی کی سوئی پھیر کر ان سے بلوائے، پھر اعمال کا وزن ہوگا۔

ایک قول ہے کہ اعمال کو جسم دیا جائے گا، اچھے اعمال کو اچھی صورت اور برے اعمال کو بری صورت دی جائے گی اور اس جسم کو تولا جائے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نامۂ اعمال جو دفاتر ہیں، ان کو تولا جائے گا۔

تیسرا قول خود نفس اعمال کو تولا جائے گا۔ محاکمہ یہ ہے یہ تینوں طریق سے وزن ہوگا کیونکہ یہ انسان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوگا تاکہ پھر کوئی شک وشبہ نہ ہو۔

باقی یہ شبہ کہ اعمال تو اعراض ہیں کیسے وزن ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تم تھرمامیٹر کے ذریعہ بدن کی گرمی اور موسم گرما کا درجہ حرارت معلوم کر سکتے ہو تو اللہ قادر ہے کہ اعمال کو وزن کرے۔

پھر وزن اعمال کون کرے گا؟ ایک قول کہ اللہ تعالیٰ وزن کرے گا۔ دوسرا قول کہ جبرئیل علیہ السلام کریں گے۔ تیسرا قول ملک الموت کرے گا۔ چوتھا قول حضرت آدم۔ یہ سب درست ہیں کیونکہ اللہ آمر حکم کرنے والا ہے اور شے کی نسبت حکم کرنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جبرئیل قرآن (قانون) لانے والے ہیں تو قانون شکنی کے مقدمہ میں اس کی حاضری ضروری ہے اور ملک الموت اعمال کو چالان کرنے والا ہے جیسے پولیس چالان کرتی ہے۔ اس کی حاضری گواہی کے لئے ہوگی تو فرشتہ ملک الموت کی گواہی ہوگی اور حضرت آدم علیہ السلام بحیثیت اولاد کے سرپرست ہونے کے حاضر ہوں گے۔ وزن اعمال کے لئے میزان کو عرش کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، حسنات کا پلہ عرش کے دائیں طرف، سیئات کا پلہ عرش کے بائیں طرف، حسنات کے سامنے جنت ہوگی اور سیئات کے سامنے جہنم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حسنات کا پلہ بھاری فرمائے، حساب کی رسوائی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر ۲۸

جنت کے مناظر

جزاء کے دو پہلو ہیں۔ ۱۔جنت ۲۔دوزخ۔ جنت دارالثواب ہے،ثواب کا گھر۔دوزخ دارالعقاب ہے،سزا کا گھر۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ جنت،دوزخ اب پیدا شدہ نہیں۔قیامت کے دن ان کو اللہ پیدا کرے گا،اب ان کی ضرورت نہیں۔مگر اہل السنّت والجماعت کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ اَلْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ جنت دوزخ پیدا کردہ ہیں۔ان کی تخلیق اور وجود میں بہت فوائد ہیں۔

ان کے وجود کی دلیل نقلی یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر ہے۔

ایک دلیل عقلی یہ ہے کہ تمام انبیاء جنت کی خوشخبری دیتے آئے ہیں اور جہنم سے ڈراتے آئے ہیں۔ تو یہ خوشخبری اور ڈرانا کلی طور پر مؤثر تب ہوسکتا ہے جبکہ یہ موجود ہوں۔

دوسری دلیل عقلی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ مذکور ہے کہ موت کے وقت جنت دوزخ کا مشاہدہ ہوتا ہے، اس طرح قبر میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔ تو یہ تب ہوسکتا ہے جب دونوں کا وجود ہو۔

تیسری عقلی دلیل یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ انبیاء وشہداء اور بعض مؤمنین کی ارواح موت کے بعد جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور شریر لوگوں کی ارواح موت کے بعد جہنم کے نقصان لیتی ہیں۔ یہ بھی تب ہوسکتا ہے کہ جنت دوزخ موجود ہوں۔

جنت کی حقیقت

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی ایک اینٹ سونے کی ہوگی، ایک اینٹ چاندی کی، مٹی زعفران کی، گارا مشک کا، کنکریاں موتی یا قوت کی ہوں گی۔ جو داخل ہوگا خوش ہوگا، غمگین نہ ہوگا، ہمیشہ رہے گا، موت نہ آئے گی، کپڑے بوسیدہ نہ ہوں گے، جوانی ختم نہ ہوگی۔

جنت کی نعمتوں کی حقیقت

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث قدسی روایت ہے کہ حضور ﷺ

نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسے انعامات پوشیدہ کر رکھے ہیں جو آنکھ نے دیکھے نہیں، کان نے سنے نہیں، دل پر ان کا تصور نہیں آیا۔ اس کی تصدیق اس آیت میں ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ. (السجدہ ع ۲)

(ترجمہ) سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دی گئی ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک، بدلا اس چیز کا جو کرتے تھے۔

صرف تعارف کے لئے دنیوی نعمتوں کی تعبیر قرآن وحدیث میں ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں پانی، دودھ، شہد اور شراب ہوگی لیکن حقیقت ان کی افضل و بہتر ہے۔ جو آخرت میں لذت ہوگی وہ دنیا میں نہیں ہے۔

جنت کی عظمت

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ ہو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ جنت میں حور ایسی ہوگی کہ اگر جھانک لے تو آسمان و زمین کا درمیان روشن ہو جائے اور اس کی خوشبو سے خلا خوشبودار ہو جائے اور اس کا دوپٹہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ جنت کا ایک درخت اس کے سایہ کو سو سال تک طے نہ کیا جا سکے گا۔

جنتیوں کی کیفیت

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں جو پہلے داخل ہوں گے چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے چہرے روشن ہوں گے۔ پھر جن کے ستاروں کی طرح چہرے روشن ہوں گے، اور وہ اللہ کی تسبیح صبح وشام بیان کریں گے۔

ہر جنتی کو دو بیویاں حور عین سے ملیں گی، حسین اس قدر ہونگی کہ پنڈلی کا گودا ہڈیوں اور گوشت سے نظر آئے گا۔ اور بیمار بھی نہ ہوں گے اور پیشاب پاخانہ بھی نہ کریں گے۔ تھوک اور ناک کی ریزش بھی نہ ہوگی۔ ان کا ہاضمہ ڈکار سے ہوگا۔ اور ان کا پسینہ بھی مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔

جنت میں سونے چاندی کے برتن ہوں گے۔ اور کنگھے بھی اور انگیٹھیاں بھی ہوں گی، ان کا ایندھن عود سے ہوگا۔ اور ان جنتیوں میں بغض وحسد واختلاف نہ ہوگا، وہ ایک دل ہوں گے، جنت میں جو چاہیں گے وہ ملے گا۔

ترمذی شریف میں حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا گھوڑا بھی ملے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تیری خواہش جو ہوگی تو اللہ تجھے ایسا گھوڑا سرخ یاقوت والا دے گا جس کے دو بازوں ہونگے، وہ تجھ کو سیر کرائے گا اور تجھے اڑا کر لے جائے گا، تو جہاں چاہے گا وہاں لے جائے گا۔ ایک اور صحابیؓ نے کہا کہ اونٹ ملیں گے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو چاہو گے ملے گا۔

ایک اور صحابیؓ نے کہا کہ اگر کوئی اولاد کی خواہش کرے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کی ایک گھڑی میں حمل ہوگا، بچے کی پیدائش ہوگی، بچہ جوان ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ آخرت میں ایک جنتی کہے گا کہ یا اللہ کاشت کاری کرتا ہوں تو اس کو اجازت ملے گی آنکھ جھپکنے کے برابر جب بیج ڈالے گا تو سبزہ ہوگا، بڑا ہوگا، کٹ جائے گا، دیکھے گا پہاڑ کے برابر غلہ کے انبار ہوں گے۔

جنت میں بازار بھی ہوگی۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ کو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اللہ تجھے مجھے جنت کے بازار میں جمع کرے۔ تو کہا کہ کیا جنت میں بازار ہوگی؟ حضور اکرم ﷺ نے کہا ہاں بازار ہوگی، لیکن خرید وفروخت نہ ہوگی۔ بلکہ اس بازار میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ اور جنتی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

جنتی آدمی کا انعام

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنتی آدمی کے لئے جنت میں اسی ہزار خادم ہوں گے۔ اور اس آدمی کے لئے بہترین حوریں ہونگی۔ اور ان کا حسن وجمال ایسا ہوگا کہ باہر سے اندر کا گودا دیکھا جائے گا۔ خیمہ ایسا ہوگا کہ موتی، زبرجد، یاقوت سے ہوگا۔ تاج ایسا ہوگا کہ موتی مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کردے گا۔

جنتی کے لئے رضا کا پروانہ

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ اہل جنت کہیں گے ہم حاضر ہیں تیری خدمت میں، اور بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

فرمائیں گے کیا تم خوش ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیوں نہ خوش ہوں ہمیں وہ دیا کہ جو دوسری مخلوق کو نہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کسی اور چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ یارب ہمیں سب کچھ عطا کر دیا ہے جو کسی اور کو نہیں دیا، جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس سے بہتر نہ دوں؟ کہیں گے اس سے بہتر کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب تم پر میں اپنی رضا کو حلال کرتا ہوں اور اب اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

جنتیوں کے لئے دیدار الٰہی

بخاری شریف میں حضرت جریر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائے گا۔ صحابہ نے کہا کہ حضرت! اللہ کا دیدار ہوگا؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا سورج دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہو اور چاند کے دیکھنے میں جب کہ چودھویں کا چاند ہو اور بادل نہ ہوں تم کو شک وشبہ ہوتا ہے اور ان کے دیکھنے میں دقت وتکلیف ہوتی ہے؟ تو کہا نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسی طرح اللہ کے دیدار میں شک وشبہ نہیں۔ اہل جنت کو اللہ اپنی تجلی کا نظارہ دکھائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (یونس ع ۳) نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیٰمة ع ۱) قیامت کے دن نیک لوگوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو

دیکھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا دیدار نصیب فرمائے۔

درس نمبر ۲۹

جہنم کے مناظر

جزاء کا دوسرا پہلو دوزخ ہے۔ دوزخ کی حقیقت حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار برس جلایا گیا تو سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار برس جلایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی، اب وہ سیاہ وتاریک ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ تو جہنم کی آگ انہتر حصہ دنیا کی آگ سے زیادہ ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ

نے فرمایا قیامت کے دن جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہونگی، ہر باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی، فرشتے اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے۔

دوزخیوں کا حال

مسلم شریف میں حضرت سمرۃ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بعض کو آگ ٹخنوں تک ہوگی، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر تک، بعض کو گردن تک آگ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کافر دوزخی کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت۔ اور کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر اور جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر، اس کے بیٹھنے کی جگہ تین میل لمبی ہوگی جیسے مدینہ سے ربذہ کا فاصلہ ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ کافر کی زبان تین اور چھ کوس کی ہوگی، لوگ اس کو روندیں گے، اس کی غذا زقوم کا درخت ہوگی، اس درخت کے پانی کا ایک قطرہ اگر گر پڑے تو تمام اسباب دنیا برباد ہوجائے گا، کھانا جو زیت کی تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، دوزخی کے منہ کے قریب لایا جائے گا تو منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی۔

دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا، سر سے پیٹ میں پہنچے گا، اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا، وہ نیچے کی راہ سے نکلیں گی۔ ان کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب

منہ کے قریب لایا جائے گا، اس کے منہ کو بھون ڈالے گا۔ (رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃؓ)

اگر وہ زرد پانی جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہوگا اس کا ایک ڈول زمین میں ڈالا جائے تو تمام آدمی سڑ جائیں۔ دوزخی کا اوپر کا ہونٹ نصف سر تک پہنچے گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک پہنچے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دوزخی اتنا روئیں گے کہ آنسو ان کے رخساروں پر نالیوں کی طرح بہیں گے، آنسو ختم ہونگے تو خوں جاری ہوگا، آنکھوں میں زخم ہوں گے، اگر ان آنسوؤں میں کشتی جاری کی جائے تو وہ بھی چل جائے۔

دوزخی کی تمنا

ترمذی شریف میں ہے کہ دوزخی کہیں گے ہمیں نکالو ہم اچھے کام کریں گے۔ خدا فرمائے گا رسوا ہو جاؤ، مجھ سے بات نہ کرو، ہمیشہ کے لئے یہ سزا میں رہیں گے۔

ادنیٰ دوزخی

بخاری شریف میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جس کو دو جوتیاں آگ کی پہنائی جائیں گی اور دو تسمے آگ کے، اس سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا جیسے دیگچی آگ پر رکھو اور پانی جوش مارتا ہے، وہ سمجھے گا اس کو سخت عذاب ہے حالانکہ اس کو ہلکا عذاب ہوگا، خدا کہے گا اگر تجھے دنیا کی تمام چیزیں ملتیں، ان کو دیکر تو عذاب سے چھوٹ جاتا تو کیا ایسا کرنے پر تیار ہوتا؟ کہے گا

ہاں۔تو اللہ کہے گا اس سے آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ میرے ساتھ شریک نہ کرنا مگر تو نے وعدہ توڑ دیا، آج اس کی سزا بھگتنی ہوگی۔

دوزخ کی کیفیت

حضور ﷺ نے فرمایا اگر لوہے کا ایک گول ٹکڑا کھوپڑی کی طرح آسمان سے زمین پر ڈالا جائے تو یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو رات سے پہلے زمین پر گرے گا۔لیکن اگر لوہے کا ٹکڑا جہاں دوزخی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے وہاں سے ڈالا جائے تو پانچ سو سال تک وہ اسکی گہرائی کو نہ پہنچے گا۔

دوزخ میں سانپ دوزخی کی سزا کے لئے بخت اونٹ کے برابر ہوں گے اور بچھو خچروں کی طرح ہوں گے، ایک مرتبہ کاٹنے سے چالیس سال تک اس کا اثر رہے گا۔

حدیث میں ہے دوزخ میں بد بخت، بدنصیب جائے گا۔کہا گیا وہ کون ہے؟ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ جس نے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اطاعت نہیں کی اور اس کی نافرمانی نہیں چھوڑی، یہ مغرور متکبر جائیں گے۔

ایک روایت ہے کہ جنت، دوزخ کا جھگڑا ہوا، دوزخ نے کہا کہ میرے اندر مغرور متکبر آئیں گے، جنت نے کہا میرے اندر کمزور جن کو لوگ حقیر جانتے تھے، بھولے بھالے ہوں گے آئیں گے۔تو اللہ نے یہ سن کر فرمایا اے جنت! تو میری رحمت ہے جن کو چاہوں گا تیرے ذریعے رحمت کروں گا۔اور اے جہنم! تو میرا غضب ہے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب دوں گا۔

جہنم اتنے تک نہ بھرے گی جب تک اللہ اس میں قدم نہ رکھیں گے، جب قدم رکھیں گے تو کہے گی قط قط، بس بس۔

دوزخ کی سختی

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ دنیا دار کو جس نے عیش عشرت میں زندگی گزاری قیامت کے دن ایک غوطہ دوزخ میں دیا جائے گا تو سب دنیا کی راحت، نعمت، عیش عشرت آرام آسائش بھول جائے گا اور کہے گا یا اللہ میں نے عیش دیکھا ہی نہیں تھا۔

اس طرح فقیر جس نے دنیا میں مشقت اٹھائی، غم میں رہا، اس کو جنت کی سیر کرائی جائے گی، دنیا کے سارے غم بھول جائے گا، کہے گا میں نے کوئی رنج نہیں دیکھا۔

درس نمبر ۳۰

عبادت صرف اللہ کی

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم)اس میں انسان کی طرف سے اقرار اور حلف نامہ ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں، تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، تجھ کو حاجت روا، مشکل کشا مانتے ہیں، تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

باقی توسل اور وسیلہ سے دعا کرنا یہ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس میں دعا اللہ سے ہوتی ہے توسُّل بالذات و الصفات و الاعمال الصالحہ جائز ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے چچا نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے

چہرہ کو آسمان کی طرف کیا اور اللہ سے کہا کہ اس کے طفیل سے بارش دے تو اللہ تعالیٰ نے بارش عطا فرمائی۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عصمةٌ لِّلَارَامِل

ترجمہ: سفید چہرے والا ہے، جس کے چہرہ سے بارش طلب کی جاتی ہے، یتیموں کو کھانا کھلانے والا ہے اور بیواؤں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

توسل درست ہے

اور بعد میں صحابہؓ حضور ﷺ کے چچا کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب قحط سالی ہوتی تو حضرت عمرؓ فرماتے یا اللہ! پہلے تیرے نبی کے توسل سے بارش مانگتے تھے، اب ہم تیرے نبی کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے توسل سے مانگتے ہیں تو بارش شروع ہو جاتی۔

عبادت کی تشریح

اس آیت میں ایک پہلو حمد وثناء کا ہے کہ اللہ کی تعریف ہے کہ وہ لائق عبادت واطاعت ہے۔ اور ایک پہلو درخواست ودعا کا یہ ہے کہ اے اللہ! ہماری مدد کیجئے اور اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایک اللہ کی عبادت ہو، ایک اللہ سے مدد مانگو۔

نَعْبُدُ عبادت سے ہے جس کا معنی ہے غَایَةُ الذُّلِّ مَعَ غَایَةِ الْحُبِّ یعنی انسان اللہ کے سامنے انتہائی عاجزی انکساری ظاہر کرے، اس کی انتہائی تعظیم وانتہائی

محبت کی وجہ سے تین صفتوں میں اس کا ذکر ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ زمانہ ماضی میں انسان اللہ کا محتاج ہے، اس نے اس کو وجود دیا، بہترین شکل وصورت، عقل وبصیرت عطا کی۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ زمانہ حال میں انسان محتاج ہے کہ وہ پرورش کررہا ہے۔ پھر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن زمانہ مستقبل آئندہ میں یہ محتاج ہے۔ تو وہ اللہ کی عبادت کرے، اس سے مدد مانگے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

عبادت کی اقسام

عبادت دو قسم ہے۔ ایک جو ظاہر سے متعلق ہے، دوسری جو باطن سے متعلق ہے۔ جو ظاہر سے متعلق ہے اس کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔ زبان کی عبادت۔ اللہ کا ذکر کرنا، قرآن وحدیث پڑھنا، حضور ﷺ پر درود اور تہلیل اور دعا کرنا۔

۲۔ آنکھ کی عبادت۔ کعبہ کا دیکھنا، مسجد کا دیکھنا، قرآن تفسیر حدیث فقہ کو دیکھنا، بزرگوں کو دیکھنا، انبیاء، شہداء، اولیاء کی قبور کو دیکھنا۔

نبی کی قبر دیکھے تو کہے مجھے ان کی غلامی ملے، شہید کی قبر کو دیکھے تو کہے اللہ مجھے یہ رتبہ عطا کرے، ولی کی قبر کو دیکھے تو کہے اللہ دنیا کے بعد مجھے ان سے ملا دے اور جب عام قبر دیکھے تو موت کو یاد کرے کہ ایک دن مجھے بھی جانا ہے۔ آسمان، زمین، درخت، پہاڑ، دریا، قدرت کے مناظر کو دیکھنا بہ نگاہ عبرت عبادت ہے۔

۳۔ کان کی عبادت قرآن وحدیث ووعظ سننے۔

خدا کے سوا دوسروں کو پکارنا، یارسول اللہ کہنا، یاعلی، یاحسین، یاشیخ عبدالقادر، خدا کے سوا دوسرے کے نام کا روزہ رکھنا، جیسے حضرت علیؓ کے نام کا، حضرت خضر کے نام کا، حضرت بی بی کے نام کا یہ سب امور غلط ہیں۔

عبادت بھی اللہ کی رضا کے لئے ہو، رسمی عبادت نہ ہو، جیسے ایک شخص نہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، حرام کھانے پینے سے پرہیز نہیں کرتا، البتہ جوا نہیں کھیلتا، شراب نہیں پیتا، ناچ نہیں دیکھتا۔ تو اس سے کسی نے کہا تو اس نے جواب دیا یہ ہماری خاندانی شرافت ہے کہ ہمارے خاندان میں شراب نہیں پیتے وغیرہ، اس لئے میں کرتا ہوں۔ تو اس نیت میں حکم خدا کا خیال نہیں، اگر یہ خیال ہوتا تو نماز روزہ کرتا، تو اس کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔

صرف اللہ کی عبادت کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ کے برابر کسی کو نہ جانے، نہ کسی کی محبت اللہ کے برابر، نہ کسی کا خوف، نہ کسی سے امید، نہ کسی پر بھروسہ، نہ کسی کی اطاعت اتنی ضروری سمجھے جیسے اللہ کی عبادت ضروری، نہ اللہ کے علاوہ کسی کی نذر ومنت، نہ اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے عاجزی، نہ ایسے افعال جو انتہائی عاجزی کی علامت ہیں جیسے سجدہ۔ خلاصہ یہ کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو اللہ کا حق ہے۔

قرآن نے یہود ونصاریٰ کا شرک ذکر کیا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبة ع۵)

(ترجمہ) ٹھہرالیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر۔

حضرت عدیؓ بن حاتم مسلمان ہونے سے پہلے نصرانی تھے تو انہوں نے کہا ہم

اپنے علماء کی عبادت تو نہیں کرتے پھر ہم پر یہ الزام کیسے ہے؟ تو حضور ﷺ نے کہا کہ بہت سی چیزوں کو تمہارے علماء حلال قرار دیتے ہیں جن کو اللہ نے حرام کہا اور حرام قرار دیتے ہیں جن کو اللہ نے حلال کہا۔ کہنے لگے ہاں ایسے تو ہیں، اس میں ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ فرمایا یہی شرک ہے۔

حلال، حرام کرنے کا حق صرف اللہ کو ہے۔ جو اللہ کے احکام جاننے کے باوجود ان کے خلاف دوسرے کے قول کو واجب الاتباع سمجھے یہ شرک ہے۔ اللہ ورسول کا ذکر سننا، پرندوں حیوانوں کی آواز سن کر قدرت خدا کو معلوم کر کے اس کی محبت پیدا کرنا۔ حرام آواز طبلہ، سارنگی، ڈھولکی، نامحرم نوجوان عورت کی آواز سے پرہیز کرنا۔

۴۔ ہاتھ کی عبادت۔ قرآن وحدیث لکھنا، اسمائے الٰہیہ لکھنا، کسی ضرورت مند کو خط لکھ دینا، دعا لکھ دینا، قرآن کو اٹھانا، ہاتھ سے مصافحہ کرنا۔

۵۔ پاؤں کی عبادت۔ مسجد کی طرف جانا، اہل اللہ کی زیارت کے لئے جانا، جہاد کے لئے جانا، کسی ضعیف، بیوہ، یتیم، معذور کی امداد کے لئے جانا، مجلس وعظ میں حاضر ہونا، علم سیکھنے کے لئے جانا۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں جو مسجد میں اندھیرے میں آتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کے لئے نور ہوگا جس میں چل کر جنت میں پہنچیں گے۔

جو عبادات باطن سے متعلق ہیں ان کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔فکر کی عبادت۔آیات قدرت میں فکر کرنا،قرآن کے معانی مطالب میں تدبر کرنا،آیات کی توجیہات وتطبیقات میں غور کرنا،احکام شرعیہ کے حکم میں فکر کرنا، ایک ساعت کی فکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے،یہ عبادت کا مغز ہے۔

۲۔نفس کی عبادت۔تکالیف شرعیہ پر صبر کرنا جیسے گرمی میں روزہ اور سردی میں وضو وغسل کرنا،مسجد میں اعتکاف۔اور مصائب پر صبر کرنا جیسے اولاد مرجائے، مال ہلاک ہوجائے، حادثہ میں زبان اور ہاتھ سے بے صبری نہ کرے، نہ بے صبری کی باتیں کرے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ لَيْسَ مِنَّامَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا نوحہ کرنے والوں پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے اور ان کو گندھک کا کپڑا دوزخ میں پہنایا جائے گا جس سے آگ زیادہ بڑھے گی۔اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میت پر تین دن سوگ کرنے کی اجازت ہے اور خاوند مرجائے تو عورت چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

لیکن لوگوں میں رسوم آگئیں کہ چالیس دن تک چارپائی پر نہ سونا،ٹاٹ بچھا کر سونا،اور ہر دن صبح اکٹھے ہوکر رونا،عید سال میں آئے تو عید نہ کرنا،پھر چہلم کو روح نکلواتے ہیں،قبر پر روشنی اور چادر چڑھاتے ہیں،عورتیں مل کر قبر پر جائیں،یہ بدعات ہیں، ان امور سے بچو۔حدیث میں ہے بدعتی کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتے۔

۳۔عبادت قلب۔اللہ کے دوستوں سے دوستی اوراس کے دشمنوں سے دشمنی، اللہ کی رحمت کی امیداوراس کے عذاب سے ڈرے۔

۴۔عبادت روح۔وہ یہ کہ کوشش کرے کہ انوارات الٰہیہ کا مشاہدہ ہو۔

۵۔عبادتِ سر۔جس نے سر دیا ہے اس کے در پر جھکائے ،اس کے نام کا مراقبہ کرے۔

۶ ۔عبادتِ مال۔ زکوٰۃ دے، صدقہ فطر ادا کرے، قربانی کرے، فقراء واقرباء کی خدمت کرے،ان عبادات میں کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شرک کہتے ہیں کہ کوئی مورتی بناؤ اس کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھ کر اس کو سجدہ کرو۔حالانکہ شرک یہ ہے کہ جو اللہ کا حق ہے وہ کسی دوسرے کو دے۔دوسرے کسی سے اولاد مانگنا،غیروں کی نذر منت ماننا،اولاد کے نام شرکیہ رکھنا،عبدالنبی ،بندہ علی ،بندہ حسین ،سالار بخش ،پیر بخش۔اور ارادہ میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے جیسے کہے وہ ہوگا جو اللہ اور اس کا رسول چاہے گا،یا جو اللہ اور مرشد چاہے گا۔

خدا کے علم کے برابر پیر کا علم سمجھنا، پیر کو حاجت روا سمجھنا،خدا جیسی اس کی تعظیم کرنی،سجدہ کرنا،خدا کے سوا دوسروں کو مشکلات میں مافوق الاسباب سمجھنا ہے۔یہ نہیں کہ اس آیت سے یہ بات نکالی جائے کہ تقلید بھی شرک ہے۔کیونکہ عام مسلمانوں کو احکام شرعیہ کا علم نہیں ہوتا،ان احکام کے نکالنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو وہ اپنے امام عالم کے قول پر اعتماد کر کے اس پر عمل کرتا ہے۔یہ عمل تو کتاب وسنت سے مستفاد ہے

اوراس کا خود اللہ نے حکم دیا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (الانبیـــــاء ع ۱) ترجمہ: جس کا علم تم کو نہیں اہل علم سے پوچھو۔ جو افعال واعمال شرک کی علامات ہیں وہ بھی شرک میں داخل ہیں۔

درس نمبر ۳۱

قرآن کا خلاصہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بعض علماء نے کہا ہے کہ پورے قرآن کا خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ یہی آیت ہے۔ کیونکہ اس میں شرک سے براءت اور اپنی قوت سے بھی بری ہونے کا اعلان ہے کہ ہم سے کیا ہوسکتا ہے ہم تو کچھ بھی نہ کرسکتے اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی۔ تو جب انسان پانچ نمازوں میں یہ اقرار کرتا ہے، حلف نامہ اٹھاتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرے ہر قسم کے شرک سے پرہیز کرے، خدا کا حق دوسرے کو نہ دے، اس لئے جو درجہ اللہ کی اطاعت کا ہے دوسرے کو دے تو یہ بھی شرک ہے، اللہ کی مشیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے یہ بھی شرک ہے مثلاً کہے کہ وہ ہوگا جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ

چاہے گا، جو اللہ اور میرا مرشد چاہے گا۔

نسائی شریف میں حدیث ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَاشِئْتَ تو آپ نے فرمایا جَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا مجھے تو نے اللہ کے برابر کر دیا۔ جب کہو تو صرف ماشاء اللہ کہو، ایسے اعمال افعال جو علامات شرک ہیں وہ بھی شرک ہیں۔

حضرت عدیؓ بن حاتم مسلمان ہونے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، صلیبی نشان پڑا ہوا تھا، اگر چہ عقیدہ نصرانیوں جیسا نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکا دیئے گئے اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے مگر حضور ﷺ نے فرمایا یہ بت کا نشان اتار دو۔

لیکن آج بہت سے مسلمان اس میں مبتلا ہیں، صلیبی نشان لگانا شرک کے جرم کا ارتکاب کرنا ہے، بیت اللہ کے علاوہ دوسرے گھر کا طواف بھی شرک ہے، ان تمام اقسام شرک سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایک اللہ کی عبادت کرو۔

عبادت کے اقسام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عبادت کے دس قسم ہیں۔

۱۔ نماز

۲۔ روزہ

۳۔ زکوٰۃ

۴۔حج بیت اللہ

۵۔تلاوت قرآن

۶۔ذکر الٰہی

۷۔رزق حلال حاصل کرنا

۸۔پڑوسی ہمسایہ کے حقوق ادا کرنا

۹۔لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

۱۰۔اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کرنا

عبادت کا پہلا قسم نماز ہے، نماز اہم عبادت ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرة ع ۳۱) نمازوں کا اپنے کو عادی بناؤ۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں حوض پر ہوں گا، میری امت آئے گی، جو نمازی ہوں گے ان کی پیشانی چہرہ ہاتھ پاؤں وضو کی وجہ سے روشن ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا، ان کو جنت میں داخلہ ملے گا۔

مرد بھی، عورت بھی نماز کا اہتمام کرے۔ حدیث میں ہے جو عورت رات کو بستر بچھا کر سو جاتی ہے، نماز نہیں پڑھتی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے اور جو نماز پڑھ کر سوتی ہے اس پر رحمت برستی ہے۔ آج کل عورتیں کھانا پکانے، کام کاج کرنے، کپڑے سینے بنانے میں مشغول رہتی ہیں، غفلت کی وجہ سے نماز رہ جاتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں عمرو بن شعیبؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بچے سات سال کے ہوں پیار سے ان کو نماز کا کہو، جب دس سال کے ہوں تو مار کر نماز پڑھواؤ۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں جو نماز نہ پڑھنے کا عادی ہو، اسلام کے اس شعار کی بے قدری کرتا ہو اس کو قتل کردو، اس کی نحوست سے برکات ختم، مصائب وآلام کی کثرت، شہروں بستیوں کا اجاڑ ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو اسلامی حکومت جیل میں ڈال دے جب تک کہ توبہ نہ کرے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو اسلامی قبرستان میں دفن نہ کرو، اس کی نحوست دوسرے مُردوں پر ہوگی۔

تمہاری نمازوں پر فرشتے گواہی دیتے ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا فجر وعصر پر دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، فجر کو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں دن کے رہ جاتے ہیں، عصر کو دن کے چلے جاتے ہیں رات کے رہ جاتے ہیں، جب اللہ کے پاس جاتے ہیں تو اللہ ان سے سوال کرتے ہیں **کیف ترکتم عبادی** میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟ کہتے ہیں **اتینا ھم وھم یصلون وترکناھم وھم یصلون** ہم گئے تب بھی نماز میں مشغول تھے، جب آئے تب بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

اس لئے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بخاری شریف میں ہے، فرمایا منافق

پر عصر اور عشاء بھاری ہوتی ہے اگر ان کی فضیلت کا علم ہو جائے تو گھٹنوں کے بل چل کر آئے اس فضیلت کے حصول کے لئے جو اس نماز میں ہے۔ اللہ نماز کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر ۳۲

عبادت کا پہلا قسم: نماز

مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا نماز ایمان و کفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ صحابہ فرماتے تھے کہ ہم نماز سے انسان کا ایمان معلوم کرتے تھے اور ترک نماز سے اس کا کفر سمجھتے تھے کہ اس میں کفر ہے، جو بے نماز ہے۔

حدیث میں ہے جو شخص وضو اچھا کرتا ہے، پھر نماز وقت پر ادا کرتا ہے، پھر رکوع وسجود اطمینان سے کرتا ہے اور نماز خشوع سے پڑھتا ہے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کے گناہ بخش دوں گا۔ ورنہ اللہ کہتا ہے میرا وعدہ اس کے لئے نہیں جو نماز نہیں پڑھے گا۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن یہ نماز برہان ہوگی، اس کے ایمان کی دلیل اور نور ہوگی اور روشنائی اور نجات کا سبب ہوگی، ورنہ نہ برہان، نہ نور، نہ نجات بلکہ اس کا حشر فرعون، قارون، ہامان، اُبی بن خلف جیسے کفار کے ساتھ ہوگا۔

تم نماز پڑھو، یہ گناہوں کا کفارہ ہوگی۔فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ، جمعہ تک رمضان، رمضان تک گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال جس کے گھر کے ساتھ نہر جاری ہے، پانچ دفعہ غسل کرے، نہائے، فرمایا تو کیا اس کے بدن پر میل رہے گی؟ جواب ملا نہیں۔فرمایا پانچ نمازوں کے ساتھ گناہ دھل جاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت ابوذر ؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دو درختوں کی ٹہنی کو حرکت دی، پتے گر گئے، موسم سرما کی تھی، فرمایا اس طرح پانچ نمازوں کے ساتھ گناہ گر جاتے ہیں۔

نماز کسی سے معاف نہیں، شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا واقعہ ہے کہ شیطان آیا، روشنی ہوئی، کہا میں تیرا رب ہوں، تجھ سے نماز معاف کردی، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جھوٹا ہے، نبی سے نماز معاف نہ ہوئی اور مجھ سے کیسے؟ پھر اس نے کہا تجھے تیرے علم نے بچالیا ورنہ گمراہ ہوجاتا۔فرمایا شیطان تجھ پر لعنت ہو، تو شیطان ہے، مجھے علم نے نہیں بچایا، اللہ کی رحمت نے بچایا ہے۔اصل نماز تو جہاد کی ہے۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں
آ گیا عین لڑائی میں وقت نماز
تو قبلہ رو ہوکر زمین بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
جب تیری سرکار میں پہنچے سبھی ایک ہوئے

پھر اللہ نے نماز میں آسانی رکھی ہے، کھڑے ہوکر پڑھ، اس کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر، اگر رکوع سجدہ نہیں کر سکتے تو اشارہ سے پڑھو، وضو کے لئے پانی نہیں تو تیمّم کرلو، خدا کی عبادت کرو، وہ قبول کرتا ہے۔

تم کو شکوہ ہے کہ ہمارا مدعا نہیں ملتا
دینے والے کو گلہ ہے کہ گدا نہیں ملتا
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کس کو کوئی دستِ دعا نہیں ملتا

اب بھی غیب سے ندا آرہی ہے کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہ رو منزل ہی نہیں

پانچ وقتی نماز معراج ہے، مؤمن کے روحانی مدارج کی ترقی ہوتی ہے، نماز خدائی تحفہ ہے، حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسلامی شیرینی ہے، اسلامی تحفہ ہے، اس کو پڑھو لذت ایمانی حاصل کرو اور خشوع وخضوع سے پڑھو۔

حیاۃ الصحابہ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھتے تھے جیسے لکڑی گاڑی

ہوتی ہے۔حضرت فاروق اعظمؓ پڑھتے تھے کہ خنجر لگا، پھر نماز شروع کی، خنجر نکالا گیا پتا بھی نہ چلا۔حضرت عثمان غنیؓ نماز پڑھتے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے، ساری رات عبادت کرتے تھے۔حضرت علی حیدر کرارؓ نماز پڑھتے کہ ابتداء میں کپکپی ہوتی، بدن پر لرزہ ہوتا کہ امانت ادا کر رہا ہوں کہیں اس میں خیانت نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پورے آداب خضوع وخشوع سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

درس نمبر ۳۳

عبادت کا دوسرا قسم: زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے، سونا، چاندی، زیورات، نقدی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ اس سے زکوٰۃ نکالو۔ کھیتی، غلہ، پیداوار، ترکاری، اس سے عشر ادا کرو۔ اللہ کا حکم ہے اٰتُوا الزَّکوٰۃَ زکوٰۃ ادا کرو اٰتُوا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ (الانعام ع ۱۷) جب کھیتی کاٹ لو، اس کا حق ادا کرو یعنی عشر دو۔ بارانی، دریائی زمین سے دسواں حصہ۔ کنواں، ٹیوب ویل سے جس کو پانی دیا جاتا ہے بیسواں حصہ دو۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیز عطا کرتا ہے، وہ مالک حقیقی ہے، ہمیں تو عارضی ملکیت دی ہے۔

فی الحقیقت مالک ہر شے خدا است ایں امانت چند روزہ نزد ما است

جب زمین خشک ہوتی ہے انسان، حیوان، پرندے پانی کو ترستے ہیں تو اللہ

تعالیٰ آسمان سے بارش اتارتے ہیں۔فرمایا ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (الواقعه ع ۲) ترجمہ: کیاتم بادل سے پانی اتارتے ہو یاہم ہیں اتارنے والے۔

پھر درخت اگاتے ہیں فرمایا ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (الواقعه ع ۲) (ترجمہ) کیاتم درخت پیدا کرتے ہو یاہم پیدا کرنے والے ہیں۔

کھیتی اگاتے ہیں ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (الواقعه ع ۲) ترجمہ: کیاتم کھیتی اگاتے ہو یاہم ہیں کھیتی اگانے والے۔

انسان دیکھے کیسے کیسے انعامات زمین سے اگائے۔فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖٓ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَباً وَّقَضْباً وَّزَيْتُوْناً وَّنَخْلاً وَّحَدَائِقَ غُلْباً وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعاً لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (عبس ع ۱) ترجمہ: اب دیکھے لے آدمی اپنے کھانے کو کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا، پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر، پھر اگایا اس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ اور میوہ اور گھاس، نفع ہے واسطے تمہارے اور واسطے تمہارے چوپایوں کے۔

جب سب چیزیں اللہ کی عطا ہیں تو اس کا حق اپنے مال سے زکوٰۃ وعشر ادا کرو۔ قرآن میں ہے۔

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ

وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ. (التوبۃ ع۵)

جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ سونا چاندی گرم کر کے اس سے اس کے پہلو منہ پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ یہ مال گنجا سانپ بنایا جائے گا اور اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا، جو اس کو کاٹے گا، ڈستا رہے گا، اس کی باچھیں پکڑے گا۔

اور حدیث میں ہے اگر جانور ہوں، ان کی زکوٰۃ نہ دے گا تو وہ جانور اس کو سینگ سے ماریں گے، اور اس کو روندیں گے، یہ معاملہ حساب و داخلہ جنت و جہنم تک ہوگا۔ اور وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا (المعارج ع۱) یہ سزا اس کو ملتی رہے گی۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ دو فرشتے مقرر کرتے ہیں صبح سے شام تک، ایک کہتا ہے اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا (ترجمہ) اے اللہ جو خرچ کرتا ہے اس کو اس کا بدلہ عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا (ترجمہ) اے اللہ جو مال روکتا ہے اس کو ہلاک کر۔

فرمایا حضور ﷺ نے جو کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا، اللہ اس کو جنت کا سبز کپڑا پہنائے گا، جو بھوکے کو کھانا کھلائے گا اس کو اللہ باغ جنت سے کھلائے گا، جو پیاسے کو پانی پلائے گا اس کو اللہ رحیق مختوم سے پلائے گا۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (البقرة ع ۳۶)

تو ایک دانہ زمین میں ڈالتا ہے میں اس کے بدلہ سات بالیں، ہر بال میں سو دانہ، یہ سات سو دانہ عطا کرتا ہوں، پھر اس کو آٹا بنایا جاتا ہے۔ پہاڑ سے پتھر میں نے پیدا کئے، جن سے پیستا ہے۔ پھر آٹا گوندھتا ہے تو پانی میں نے پیدا کیا جس سے گوندھتا ہے۔ پھر روٹی پکاتا ہے تو لکڑی جس سے آگ پیدا ہوتی ہے وہ میں نے پیدا کی۔ ان مراحل سے گزر کر یہ تیری غذا ہوتی ہے، تو اس رزاق کا شکر یہ ادا کرو یعنی اس مال سے زکوٰۃ وعشر دو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی عبادت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

درس نمبر ۳۴

عبادت کا تیسرا قسم: روزہ

روزہ ایسی عبادت ہے جس کا علم روزہ دار کے بغیر کسی کو نہیں ہوتا، اس لئے اس عمل بے ریا کا اللہ کے ہاں بڑا رتبہ ہے۔ حدیث قدسی ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اس کی جزا میں خود دوں گا۔ اور ایک روایت میں اُجْزٰی مجہول کا صیغہ ہے کہ اس کی جزا میں خود آپ ہوں کہ اس کو اپنا دیدار کراؤں گا۔

سلطان محمود سبکتگین کا واقعہ ہے کہ ایک دن بادشاہی تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے جواہرات بکھرے پڑے تھے۔ تو اس نے کہا جس کا ہاتھ جس پر پڑ جائے وہ ہیرا اسی کا ہے۔ تو سب نے وہ موتی اٹھائے مگر سیاہ فام باندی جو پنکھا جھل رہی تھی اس نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ تو بادشاہ مسکرایا اور کہا سب نے جواہرات لے لئے تیرا ہاتھ خالی ہے۔ کہنے لگی بادشاہ سلامت! ان کے ہاتھ موتی آیا، میرے ہاتھ

موتی والا آیا۔تو اسی طرح قیامت میں کسی کو جنت اور کسی کو جنت الفردوس اور دوسرے انعامات ملیں گے۔مگر روزہ دار کے حصہ میں خود اللہ کی ذات آئے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دیدار کرائیں گے۔

بیہقی میں ہے کہ قیامت کے دن قرآن اور رمضان شفاعت کریں گے اور اللہ قبول کرے گا۔روزہ میں جسم کی صحت بھی ہے اور روحانی علاج بھی ہے۔

روزہ رکھو گے تندرست رہو گے اور تزکیہ نفس بھی ہوگا۔ہر چیز کی زکوٰۃ ہے روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے، روزہ ڈھال ہے، جہنم سے بچنے کے لئے مضبوط قلعہ ہے، اللہ کو روزہ دار اتنا محبوب ہے کہ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبو والی ہے۔

عبادت کا چوتھا قسم: حج بیت اللہ

پہلے انسان پانچ مرتبہ اللہ کی دربار میں حاضری دیتا ہے، نماز پڑھتا ہے، جب عقیدت واطاعت کی پہلی منزل طے کرتا ہے تو پھر دوسری منزل طے کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال نکالتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو پھر تیسری منزل طے کرتا ہے اللہ کی راہ میں بھوکا پیاسا رہتا ہے، روزہ رکھتا ہے۔پھر چوتھی منزل طے کرتا ہے کہ گھر بار چھوڑ کر اللہ کے آستانے پر ڈیرہ لگاتا ہے، اعتکاف بیٹھتا ہے۔اب پانچویں منزل پر آیا کہ اللہ کے حقیقی گھر کا قصد کرتا ہے، حج کے لئے جاتا ہے، جیسے عاشق اپنے معشوق کے لئے پانچ منزلیں طے کرتا ہے، اس طرح عشق حقیقی کی مسلمان یہ منازل طے کرتا ہے تو حج پر اللہ

بڑا ثواب دیتا ہے۔

حدیث میں ہے حج مبرور جس میں ریا، گناہ کی ملاوٹ نہیں، اس حج مقبول کی جزا جنت ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حج کرنے والا گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب حاجی حج سے واپس آئے تو اس سے مصافحہ کرو اور اس سے دعا کے لئے کہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

اور جس کو طاقت ہے اور پھر حج نہیں کرتا خطرہ ہے کہ وہ یہودی اور نصرانی ہو کر مرے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ جو حج پر جاتا ہے اور حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو قیامت کے دن حجر اسود کی آنکھ ہوگی جس سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے بولے گا، جس نے اس کو بوسہ دیا اس پر گواہی دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سعادت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر ۳۵

عبادت کا پانچواں قسم: تلاوت قرآن

حضور نبی کریم ﷺ خطبہ میں فرماتے تھے کہ **فَاِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مَحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ.**

بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو مؤمن قرآن پڑھے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے، خوشبو بھی ہے، ذائقہ بھی میٹھا ہے۔ مؤمن قرآن نہ پڑھنے والے کی مثال کھجور کی طرح ہے، مزہ میٹھا ہے مگر خوشبو نہیں۔ منافق قرآن پڑھنے والے کی مثال تمہ کی طرح ہے، نہ خوشبو ہے نہ ذائقہ میٹھا ہے۔

عبادت کا چھٹا قسم: ذکر الٰہی

فرمایا جس مجلس میں ذکر نہ ہو وہ نقصان وخسارہ کا سبب ہوگی۔ فرمایا جنت کی

زمین چٹیل میدان ہے، اس کے درخت سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، یعنی ذکر کے جملے ہوں گے۔

عبادت کا ساتواں قسم: رزق حلال کی تلاش

رزقِ حلال کی تلاش بھی عبادت ہے۔ اس سے عبادت مقبول ہوتی ہے اور دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ كَانَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهُ . ترجمہ: جس کا کھانا حرام کا ہو، پینا حرام کا ہو، پہننا حرام کا ہو اور غذا حرام سے دیا جائے، پھر اللہ سے دعا کرے تو کیسے قبول ہو۔

عبادت کا آٹھواں قسم: ہمسایہ کے حقوق ادا کرنا

پڑوسی کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے جو پڑوسی کو ایذاء دیتا ہے وہ کامل مومن نہیں۔ دوسری روایت میں ہے وہ ابتداء میں جنت میں نہ جائے گا، سزا بھگت کر جائے گا۔

عبادت کا نواں قسم: امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو۔ حدیث میں ہے یہ کام کرو، ورنہ عمومی عذاب آئے گا، پھر دعا کرو گے قبول نہ ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو علماء نے ان کو روکا، جب وہ نہ رکے تو علماء ان کی

مجالس میں شریک ہونے لگے تو اللہ نے ان کے دلوں کو سیاہ کر دیا۔ روکنے کے تین درجہ ہیں۔

۱۔ ہاتھ سے روکے اگر قدرت ہے۔

۲۔ اتنی طاقت نہیں تو زبان سے۔

۳۔ اتنی بھی طاقت نہیں تو دل سے اس برے کام کو برا جانے پھر جیسے دوسروں کو نیکی کی ترغیب اور گناہوں سے روکتا ہے خود بھی عمل کرے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت میں ایک شخص کو آگ میں ڈالا جائے گا اس کی انتڑیاں باہر نکلیں گی، ان کو ایسے پیسے گا جیسے گدھا آٹا پیستا ہے، لوگوں کا اجتماع ہوگا، کہیں گے ہمیں نیکی کا حکم دیتا تھا، برائی سے روکتا تھا، کہے گا میں خود عمل نہ کرتا تھا۔

بیہقی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے بہت سے لوگ دیکھے، جہنم کی مقراض سے ان کے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ یہ آپ کی امت کے واعظ، خطیب جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے خود نہ کرتے تھے، قرآن پڑھتے تھے خود عمل نہ کرتے تھے۔ اس لئے تبلیغ بھی ہو، عمل بھی ہو۔ اس میں زیادہ برکت ہوتی ہے۔

عبادت کا دسواں قسم: اتباع سنت رسول اللہ ﷺ

حضور ﷺ نے ایک مجلس میں وعظ فرمایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں یوں محسوس

ہوا جیسے یہ آخری وعظ و نصیحت ہے۔ جس سے ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دل کانپنے لگے۔ فرمایا تقویٰ اختیار کرو، دین میں جس کو امیر بنایا اس کی ہر بات میں اتباع کرنا اگرچہ حبشی غلام ہو۔ پھر فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ اختلافات میں سنت کا اتباع کرنا۔ رواہ الترمذی عن عرباض بن ساریۃؓ

حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ ترجمہ: جس نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا، جس نے مجھے محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِیْدٍ ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو زندہ کیا اس کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔

درس نمبر ۳۶

استعانت صرف اللہ سے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ حضرت ابن عباسؓ یہ تفسیر کرتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں غیر کی نہیں کرتے اور آپ سے مدد مانگتے ہیں غیر سے نہیں مانگتے۔

آج کے درس میں مدد مانگنے کا مسئلہ ذکر کرتا ہوں، غور کریں، توجہ طلب امر ہے۔ کسی سے مدد مانگنا، اس کے چار قسم ہیں۔ پہلے دو قسم نہ شرک، نہ کفر، نہ حرام، نہ یہ مدد مانگنا اللہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ غیر سے یہ مدد مانگنا جائز ہے۔

۱۔ مادی اسباب سے کسی انسان سے مدد مانگنا۔ اس کے بغیر تو دنیا کا نظام بھی نہیں چل سکتا، ہر انسان دوسرے سے ایسی مدد لیتا ہے، دیکھئے درکھان، مزدور، لوہار، سنار مخلوق کی خدمت کرتے ہیں تو یہ دین و شریعت میں ممنوع نہیں۔

۲۔ غیر مادی اسباب کے ذریعہ کسی ولی بزرگ سے کہنا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یا ان کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے یہ بھی شرک اور حرام نہیں،

آیات وروایات قرآن وحدیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔

۳۔کسی دوسرے کو اللہ کی طرح قادر مطلق، مختار مطلق، سمجھ کر حاجت مانگنا خواہ نبی ہو، ولی ہو، یا فرشتہ ہو۔ یہ واضح کفر ہے، کفار مشرکین بھی اپنے دیوتاؤں کو ایسا نہیں مانتے تھے۔

۴۔قادر مختار اللہ کو جانے، سب اختیارات اللہ کے پاس مانے، لیکن یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ نے کسی فرشتہ، نبی یا ولی کو ایک حصہ اختیارات وقدرت کا سونپ دیا ہے، یہ شرک ہے۔ اللہ سے استعانت ومدد مانگو، انبیاء نے یہی تعلیم دی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر نمرود نے جب آگ میں ڈالا تو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا پر ماروں آگ ختم ہوجائے فرمایا اَمَّا اَنَا فَلَاحَاجَةَ لِیْ اِلَیْکَ جلیل خلیل کا حال جانتا ہے، اس کی مدد کافی ہے۔ بارش کا فرشتہ آیا کہ پانی برساؤں۔ پہاڑوں کا فرشتہ آیا کہ پہاڑ رکھ دوں مگر فرمایا مجھے ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا واقعہ ہے کہ نماز میں جب یہ آیت پڑھی تو دل میں خیال آیا کہ قیامت کے دن اگر اللہ نے سوال کرلیا کہ جب پانچ وقت یہ کہتا تھا کہ صرف اللہ سے مدد چاہتے ہیں پھر روزی بادشاہوں سے طلب کرتا تھا تو جھوٹا ہے تو کیا جواب ہوگا کتنا اعتماد علی اللہ تھا۔

حدیث میں ہے اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تجاهک وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰه وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ

اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضور ﷺ کے پیچھے تھا تو آپ نے فرمایا اے غلام! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ دنیا و آخرت میں تیری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے احکام کی نگرانی کر، اللہ کی مدد کو اپنے سامنے پائے گا، جب مانگے تو اللہ سے مانگ اور جو مدد چاہے اللہ سے مدد مانگ، اگر تمام لوگ تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا مگر جو اللہ نے تیرے لئے لکھا ہے اور اگر نقصان پہنچانا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر جو اللہ نے لکھا ہے، قلم رک چکی ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

ایک شبہ ہوگا کہ بعض فرشتوں کے ذریعہ دنیوی نظام کے کام ہوتے ہیں جیسے بارش برسانا، ہوا چلانا وغیرہ، یا انبیاء کے ذریعہ خلاف عادت کام وجود میں آئے ہیں جو معجزات ہوتے ہیں، یا اولیاء کے ذریعہ جن کو کرامات کہتے ہیں، اس سے دھوکہ لگتا ہے کہ ان امور کو اللہ نے ان کی قدرت اختیار میں سونپ دیا ہے۔ اس سے پھر عقیدہ بناتے ہیں کہ یہ مختار ہیں، حالانکہ یہ دھوکہ ہے، یہ معجزات، کرامات حقیقت میں اللہ کے فعل ہیں، ان کے ہاتھ پر ظہور صرف ان کی عظمت ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے قرآن میں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (الانفال ع ۲) حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ نے ایک مٹھی کنکری پھینکی اور اللہ کی قدرت سے

مشرکین کی آنکھوں میں لگیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مارا ہے یعنی ظہور آپ کے ہاتھ پر ہوا ہے مگر فضل ہمارا ہے، ان میں اختیار اللہ کا ہوتا ہے۔

قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ عذاب لاؤ۔ فرمایا اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِهِ اللّٰهُ (ھود ع ۳) تو اختیار اللہ کا ہے جیسے بجلی کے بلب سے روشنی اور ہوا کے پنکھے سے ہوا پہنچتی ہے۔ مگر یہ اس کے پہنچانے میں خود مختار نہیں بلکہ اس کے کنکشن کے محتاج ہیں، اگر پاور ہاؤس سے ایک سیکنڈ رابطہ ٹوٹ جائے تو نہ بلب روشنی دے، نہ پنکھا ہوا دے۔ حقیقت میں یہ عمل بجلی کی رَو کا ہے جو پاور ہاؤس سے آتی ہے۔ اسی طرح انبیاء، اولیاء، فرشتوں کے یہ کام جو وجود میں آتے ہیں، یہ سب اللہ کے محتاج ہیں، اس کی مشیت وارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

درس نمبر ۳۷

ہدایت کا معنی

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم بعض نے ہدایت کا معنی ذکر کیا ہے اِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ یعنی منزل مقصود تک پہنچانا اور بعض نے ہدایت کا معنی ذکر کیا ہے اِرَاءَۃُ الطَّرِیْقِ یعنی صرف راہ دکھانا۔ بیضاوی نے ہدایت کا معنی ذکر کیا ہے دَلَالَۃٌ بِلُطْفٍ مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا، خیر و بھلائی کے ساتھ رہنمائی کرنا۔ اس لئے ہدایت کا استعمال خیر میں ہوتا ہے شر میں نہیں اور قرآن مجید میں دوزخیوں کے متعلق فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (الصّٰفّٰت ع ۲) یہ بطور استہزاء کے ہے، ظاہراً حکم ہے کہ ان کو دوزخ کی طرف رہنمائی کرو، لیکن مراد ہے قَدِّمُوْھُمْ کہ ان کو جہنم کی طرف بڑھاؤ جیسے فرمایا فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (الجاثیہ ع ۱)۔

اقسام ہدایت

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں قویٰ ظاہرہ و باطنہ پیدا فرمائے ہیں جس کے ذریعے وہ ہدایت حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی ضروریات کی طرف رہنمائی پاتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے دلائل متعین کر دیئے جس کے ذریعہ انسان حق و باطل اور صلاح وفساد میں فرق کر سکتا ہے۔

۳۔ بعض ایسے امور مخفی تھے جو قوی تھے اور دلائل سے معلوم نہ ہو سکتے تھے تو اس لئے رسولوں کا بھیجا آسمانی کتابوں کو نازل کیا تا کہ وحی کے ذریعہ بندوں کی رہنمائی ہو۔

۴۔ بعض اسرار و رموز کا انکشاف بندوں پر اللہ نے کیا انبیاء پر وحی کے ذریعہ اور اولیاء پر الہام کے ذریعے اور سچے خوابوں کے ذریعہ، یہ قسم انبیاء و اولیاء کے ساتھ خاص ہے۔

درجات ہدایت

۱۔ ہدایت کا عام درجہ۔ جو مخلوقات کو شامل ہے۔ انسان، حیوان، نباتات، جمادات وغیرہ سب کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے **اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی** (طٰہٰ ع ۲) ہر چیز کو اللہ نے خلقت عطا فرمائی پھر اس کے مناسب اس کو ہدایت دی جس کی وجہ سے ہر چیز اپنا فرض ادا کر رہی ہے کیونکہ کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں اپنے درجہ کے موافق زندگی و احساس ہے اور شعور و عقل ہے۔ یہ دوسری چیز ہے کہ بعض چیزوں میں حیات زیادہ اور بعض میں کم ہے جس کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، بے شعور ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو مکلّف نہیں کیا گیا ورنہ ہر چیز میں حیات و احساس ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ**

بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل ع۵) ہر چیز اللہ کی تسبیح کہہ رہی ہے مگر تم نہیں سمجھتے۔ تو اللہ کی تسبیح کہنا اللہ کی معرفت پر مبنی ہے اور معرفت عقل وشعور سے ہوتی ہے۔

۲۔ ہدایت کا دوسرا درجہ خاص ہے۔ صرف ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے یعنی انسان اور جن۔ اللہ تعالیٰ نے رسل کو بھیجا اور کتابوں کو اتارا، جس نے قبول کیا وہ مؤمن ہوئے، ورنہ کافر ہوئے۔

۳۔ ہدایت کا تیسرا درجہ۔ یہ درجہ صرف مؤمنین ومتقین کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ اپنے بندوں پر فیضان کرتے ہیں۔ یہی اللہ کی طرف سے توفیق ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسلامی ہدایات پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت ع۷) کہ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم ان کو اپنے راستوں کی مزید ہدایت دے دیتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اس کی مثال بیان کی ہے۔ جیسے والدین اپنے چھوٹے بچے کے چلنے کے مشتاق ہوتے ہیں، پھر اس کو چلاتے ہیں، پھر اس کی تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں تو اس کو شفقت کی وجہ سے اٹھا لیتے ہیں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے راستہ میں تم کچھ محنت کرو، مجاہدہ کرو، تو ہم بھی تم کو منزل مقصود تک پہنچادیں گے۔

اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک نے کوشش کی ہے۔ اولیاء، انبیاء

آخر عمر تک اس ہدایت کی زیادتی کو اللہ سے طلب کرتے رہے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے برادر بے نہایت درگہیست

ہر چہ بروے میرسی بروئے مائیست

یہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے مزید مراتب حاصل کرنے کے لئے ہر انسان محتاج ہے، کوئی شخص اس سے مستغنی نہیں، اس لئے ہمیں یہی تعلیم دی گئی کہ ہم اللہ سے ہدایت کا سوال کریں۔ جب اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں بندہ نے تمام مہمات ومقاصد میں مدد طلب کی یا خاص کر ادائے عبادت میں مدد طلب کی تو اب گویا اللہ تعالیٰ نے بندہ سے پوچھا کہ اے بندہ! تیری مدد کس طرح ہو؟ تو انسان نے کہا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ ہمیں منزل مقصود تک پہنچا، وہ منزل مقصود صراط مستقیم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وحضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صراطِ مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔ جس میں نہ افراط ہے، نہ تفریط ہے، نہ حد سے بڑھنا ہے، اور نہ کوتاہی ہے۔ پورا قرآن اور سب تعلیمات نبویہ اس صراط مستقیم کی تشریح ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ نے کہا کہ صراط اصل میں اس راستہ کو کہتے ہیں جس میں پانچ چیزیں ہیں۔

۱۔ مستقیم ہو یعنی سیدھا ہو۔

۲۔ مقصود تک پہنچانے والا ہو۔

۳۔ سب راستوں سے زیادہ قریب ہو۔

۴۔وسیع اور کشادہ ہو۔

۵۔مقصود تک پہنچنے کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو۔

صراط کے ساتھ مستقیم کی صفت ذکر کر کے اشارہ کیا کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب یہی صراط مستقیم ہے، باقی راستے گمراہی کی طرف جاتے ہیں۔ارشاد فرمایا **وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَاتَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ** (الانعام ع ۱۹) یہی سیدھی راہ ہے،اس پر چلو، دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ہٹا دیں گے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ معنی کرتے ہیں۔ چلاتے رہو ہم کو سیدھی راہ پر یعنی اللہ سے دوام اور ہمیشگی کی دعا کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔

درس نمبر ۳۸

صراط مستقیم کی تشریح (طریق اثباتی)

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ اس جگہ صراط مستقیم کی تشریح ہے۔ یوں تو ہر شخص دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں سیدھی راہ پر ہوں۔ اس لئے اللہ رب العالمین نے صراط مستقیم کی تعیین فرمادی۔ دو طریق پر اس کو متعین کیا ہے، پہلے اثباتی طریق پر تعیین کی کہ صراط مستقیم وہی راستہ ہے جو منعم علیھم کا راستہ ہے۔ یعنی اے اللہ ہمیں ان کے راستہ پر چلا جن لوگوں پر تو نے اپنا خاص انعام کیا ہے، جن پر اللہ کا انعام ہے وہ چار طبقات ہیں، جس کا ذکر سورۃ نساء میں ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ (النساء ع ۹) جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کی وہ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا، اور وہ چار طبقے ہیں انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کا ہے، پھر صدیقین کا ہے جن میں کمالات باطنی نبی کی امت میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں، پھر شہداء کا جنہوں نے دین کے لئے اپنی جان تک قربان کردی، پھر صالحین کا جو شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں یعنی نیک اور

دیندار لوگ۔تو اب اللہ سے یہ دعا کی گئی کہ ہمیں انعام والوں کی راہ پر چلا اور دارالانعام میں پہنچا یعنی جنتیوں کی راہ پر چلا اور جنت میں پہنچا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے مراد ملائکہ وانبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین ہیں اور اس جگہ کسی خاص قسم کا ذکر بھی نہیں تو اس میں اشارہ ہے کہ اہل ایمان پر جو انعامات متفرقاً نازل کئے ہیں وہ ہم پر مجتمعاً اکٹھے نازل فرما۔

اس جگہ مراد اخروی نعمتیں ہیں، ویسے تو اللہ کے انعامات بے شمار ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل ع ۲)

کیونکہ نعمت کے دو قسم ہیں۔

۱۔دنیوی

۲۔اخروی

پھر دنیوی کے دو قسم ہیں۔

۱۔وہبی: جو خداداد ہو۔

۲۔کسبی: جس میں کسب کو دخل ہو۔

پھر وہبی دو قسم ہے۔

۱۔جسمانی جیسے انسانی ڈھانچہ بنایا، اس میں قوتیں رکھیں۔

۲۔روحانی جیسے انسان کو عقل دی، اس میں روح ڈالی۔

اس جگہ مراد اخروی نعمتیں ہیں، کیونکہ دوسری نعمتوں میں تو مومن وکافر سب

شریک ہیں ۔اس آیت میں اشارہ ہے کہ سلف صالحین کی اقتداء اچھی ہے۔قرآن میں ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ(الانعام ع ۱۰) کہ ان کی راہ پر چل، جیسے وہ حق پرست تھے تم بھی حق پر چلو،سلف کا طریقہ اپناؤ،اصلاح کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

ا۔کتاب اللہ۔قرآن مجید میں انسان کی زندگی کے لئے ہر شعبہ میں رہنمائی ہے۔

۲۔رجال اللہ ۔یعنی وہ اہل اللہ جو قرآن کے معیار پر پورے اترتے ہوں۔ قرآن کا عملی مفہوم ان سے سمجھا جائے گا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ محض قرآن وحدیث کا مطالعہ انسانی تربیت وتعلیم کے لئے کافی ہے، حالانکہ یہ غلط ہے،محض ترجمہ وتفسیر دیکھ لینا کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے ماہر قرآن سے تعلیم وتربیت کا حاصل کرنا ضروری ہے، اگر محض کتاب کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ رسولوں کو نہ بھیجتے جبکہ محض کتاب کے مطالعہ سے انسان ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن سکتا، روٹی پکانا، کپڑا سینا، وغیرہ ان کاموں کو حاصل نہیں کرسکتا، بلکہ ان کے لئے ماہر سے تعلیم کی ضرورت ہے تو قرآن سمجھنے کے لئے بھی ماہرین کی ضرورت ہے۔اس لئے اللہ نے فرمایا کہ اگر سیدھی راہ تلاش کرنا چاہتے ہو تو ان کی راہ تلاش کرو، ان کا راستہ اختیار کرو جو اہل انعام ہیں اور قرآن کی عملی تصویر ہیں۔کیونکہ حضور ﷺ کے بعد نبی تو نہیں اس لئے صراط مستقیم کو متعین کرنے کے لئے ان کا ذکر کیا جو قیامت تک آتے رہیں گے۔یعنی صدیقین،شہداء،صالحین۔

ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہونگے،سب گمراہی پر ہوں گے،ایک جماعت حق پر ہوگی۔صحابہؓ نے عرض کیا وہ کونسی جماعت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ

وَاَصْحَابِیْ وہی جماعت حق والی ہوگی جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوگی۔

دوسری حدیث ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے **من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علماً اقلها تکلفا اختارهم الله لصحبة نبیه ولاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم .(رواه رزین)**

(ترجمہ) جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو وہ ان کی راہ اختیار کرے جو دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضور ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے، دل ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تصنع ان میں نہیں تھا، اللہ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور دین کی سربلندی کے لئے چن لیا تھا، اس لئے ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جتنی تم میں طاقت ہے ان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی سے پکڑو، وہ سیدھی راہ پر تھے۔

تو اسلاف کے طریقہ کو اپنانا ہوگا، اسی میں کامیابی ہے اور یہ طریقہ ماہرین قرآن اور اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوگا۔

لفظ تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں
نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اس لئے صراط مستقیم کی اثباتی طریقہ پر پہچان کرائی، یہ راستہ ان کا ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اہل ایمان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر ۳۹

صراط مستقیم کی تشریح (طریق سلبی)

غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ صراط مستقیم کی تعیین کے لئے پہلا طریق اثباتی تھا، اب سلبی ہے کہ یا اللہ ہمیں ان لوگوں کی راہ پر نہ چلا جن پر آپ کا غضب کیا گیا ہے اور نہ ان لوگوں کی راہ پر جو گمراہ ہیں **مغضوب علیهم** اور **ضالین** سے کون مراد ہیں؟ اس میں چند اقوال ہیں۔

۱۔ **مغضوب علیهم** سے مراد یہود ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں غضب کا اطلاق یہود پر ہوا۔ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیۡهِ (المائدہ ع ۹) فَبَآءُوۡا بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ (البقرہ ع ۷) جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب کیا وہ کما لائے غصہ پر غصہ، یہ یہودی ہیں۔

اور ضلال کا اطلاق نصاریٰ پر ہوا ہے۔ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا (المائدہ ع ۹) جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، یہ نصاریٰ ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا کہ **مغضوب علیهم** کافر، متعنت، معاند جو دیدہ و دانستہ کفر کرے اور **ضالین** سے مراد عاصی متعمد جو جان بوجھ کر گناہ کرے۔

۳۔ بعض نے کہا کہ **مغضوب علیهم** بدعتی ہے اور **ضالین** گناہ گار ہے۔

۴۔بعض نے کہا ایمان دو چیزوں کے درمیان ہے۔ایک خوف یعنی اللہ کا ڈر دوسرا رجاء یعنی اللہ سے امید۔ **مغضوب علیھم** وہ ہیں جو اللہ کو صرف قہار جانتے ہیں اور غفور نہیں مانتے اور **ضالین** وہ ہیں جو اللہ کو صرف غفور جانتے ہیں اور قہار نہیں مانتے۔حالانکہ اللہ کی ذات قہار بھی ہے،غفور بھی ہے۔بخشنے پر آئے،کوئی پکڑ نہیں سکتا اور پکڑنے پر آئے،کوئی چھڑوا نہیں سکتا۔

قرآن میں ہے **نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّی اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ** (الحجر ع ۴) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بڑا بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب دردناک عذاب ہے۔

بیضاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ **منعم علیھم** وہ لوگ ہیں جن کے پاس علم بھی ہے یعنی احکام کو جانتے ہیں اور عمل بھی ہے دونوں نعمتوں کو جمع کرتے ہیں اور **مغضوب علیھم** وہ لوگ ہیں جن کے پاس علم تو ہے لیکن صحیح علم کے باوجود جان کر اغراض نفسانی کی وجہ سے غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔جیسے یہود کے پاس تورات کا علم تھا مگر انہوں نے خواہش کی اتباع کی اور حق کو چھپایا،اس لئے ان پر غضب واقع ہوا۔اور **ضالین** وہ لوگ ہیں جو صحیح راستہ سے ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے بھٹک گئے اور غلط راستہ پر پڑ گئے۔جیسے نصاریٰ نے جہالت کی وجہ سے نبی کو خدا بنالیا۔

حضور ﷺ سے جو **مغضوب علیھم** اور **ضالین** کی تفسیر یہود و نصاریٰ کے ساتھ منقول ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ **مغضوب علیھم** اور **ضالین** صرف

یہود ونصاریٰ ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ **مغضوب علیھم** اور **ضالین** میں ہر قسم کے کافر فاسق گمراہ داخل ہیں، جن کے کامل فرد یہود ونصاریٰ ہیں۔

ہمارے اسلاف کا قول ہے کہ اس امت کے علماء سے جو بگڑا وہ یہود کے مشابہ ہوا کیونکہ وہ یہود کی طرح حسد میں گرفتار ہوا، اغراض نفسانی کی وجہ سے مسائل میں تحریف کی، رشوت لے کر غلط فتوے دیئے اور حق وباطل میں تمییز نہ کی اور اس امت کے زاہدوں سے جو بگڑا وہ نصاریٰ کے مشابہ ہوا کیونکہ اس نے اپنی عبادت میں شریعت کی بجائے اپنی خواہش کو ترجیح دی اور نصاریٰ کی طرح تعظیم میں اتنا غلو کیا کہ بزرگوں کو رب کا درجہ دیا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو **منعم علیھم** کی طرح علم وعمل کی دونوں نعمتوں سے نوازے اور یہی صراط مستقیم ہے جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط۔ جو لوگ دین میں افراط وتفریط زیادتی وکمی کرتے ہیں وہ صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔

جیسے وحدانیت میں افراط یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں تعطیل کا عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ صفات وافعال سے خالی ہے اور تفریط یہ ہے کہ اللہ کی صفات کا عقیدہ اس کی مخلوقات میں رکھے جیسے خالقیت، رازقیت، معبودیت کی صفات مخلوق میں جانے۔

اور عبادت میں افراط یہ ہے کہ ہر چیز کو اللہ کا مظہر جان کر اس کی پوجا شروع کردے اور تفریط یہ ہے کہ اللہ کو مستغنی سمجھ کر اس کی عبادت کو بے فائدہ قرار دے۔

اور عادت میں افراط یہ ہے کہ سعادت ونحوست ہر شے میں اپنے خیال سے تصور کرے جس میں سعادت خیال کرے اس پر عمل کرے، جس میں نحوست جانے

اس کو چھوڑ دے اور تفریط یہ ہے کہ دعا اور غذا و پرہیز سب کو بے فائدہ جانے۔

اور انبیاء و اولیاء و دیگر لوگوں کے مراتب میں افراط یہ ہے کہ اولیاء کو انبیاء کے برابر جانے اور انبیاء کو الوہیت کا درجہ دے اور تفریط یہ ہے کہ ان کی ولایت کا انکار کرے اور انبیاء کی نبوت کا انکار کرے ان کی کرامات اور معجزات کا انکار کرے۔

اور ایمان میں افراط یہ ہے کہ کسی مومن کو گناہ نقصان نہیں دیتا اور تفریط یہ ہے کہ گناہ گار کو کافر سمجھے۔

اور کلام میں افراط یہ ہے کہ ہر وقت بے معنی گفتگو کرے اور تفریط یہ ہے کہ بالکل بولنا چھوڑ دے۔

اور دینی حرارت میں افراط یہ ہے کہ کسی ادنیٰ امور دینیہ میں جھگڑے اور تھوڑی بات پر کافر کہے اور تفریط یہ ہے کہ بے دین بے نماز لوگوں سے بے تکلف مجالس قائم کرے اور ان کے برے کاموں کو دل میں بھی برا نہ جانے اور بدعتی کی تعظیم کرے۔

اور خرچ میں افراط یہ ہے کہ اسراف کرے اور تفریط یہ ہے کہ بزدل بن جائے حق بھی نہ کہے۔

یہ افراط و تفریط مذموم ہیں، محمود و متوسط درجہ وہی صراط مستقیم ہے جو اہل ایمان کی راہ ہے، اہل غضب و ضلال کی راہ نہیں ہے۔

درس نمبر ۴۰

آمین کے فضائل ومسائل

اٰمِیْن یہ اسم فعل ہے جس کا معنی اِسْتَجِبْ کا ہے یعنی اِسْتَجِبْ دُعَائَنَا اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔

خود نبی کریم ﷺ کے فرمان سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ زیلعی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس کا معنی دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا معنی اِفْعَلْ فِعْلَ الْاِسْتِجَابَةِ ہے۔

اور بالاتفاق آمین قرآن کا جزو نہیں ہے لیکن قراءت سورۃ فاتحہ ختم کرنے کے بعد اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ سنت ہونے کی دلیل صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے اور آسمان میں فرشتے آمین کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی آمین موافق ہوجاتی ہے یعنی دونوں کی آمین ایک وقت میں ہوتی ہے تو اس سے کہنے والے شخص کے تمام پچھلے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے مجھے فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنے کی تعلیم دی ہے اور کہا کہ آمین اس طرح ہے جیسے خط پر مہر ہوتی ہے۔ جیسے مہر خط کو فساد سے روکتی ہے اسی طرح آمین بھی دعا کو فساد سے روکتی ہے۔ خط میں فساد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کو کھول کر اس کے مضمون پر مطلع ہو، مہر لگانے سے یہ فساد زائل ہو جاتا ہے کہ مہر لگانے کے بعد اس کو کوئی انسان کھول کر دیکھ نہیں سکتا۔ اور دعا کے اندر یہ فساد ہے کہ وہ قبول نہ ہو۔ آمین کہنے سے یہ فساد زائل ہو جاتا ہے اور دعا کو قبولیت کا درجہ ملتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آمین رب العالمین کی مہر ہے جو اپنے بندے کی دعا پر لگائی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین امام و مقتدی دونوں کا وظیفہ ہے مگر آہستہ کہا جائے، زور سے نہ کہیں، اس پر دلائل یہ ہیں کہ:

۱۔ آمین دعا ہے اور دعا کے لئے حکم آہستہ کہنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (الاعراف ع ۷) کہ اپنے رب سے دعا عاجزی کے ساتھ اور آہستہ سے کرو۔

۲۔ ترمذی میں حضرت علقمہ بن وائلؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ.

حضرت وائلؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، حضور نبی کریم ﷺ نے فاتحہ کے ختم کرنے کے بعد آمین آہستہ سے کہی۔

۳۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْ ا آمِیْن فَاِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُهٗ توحضور نبی کریم ﷺ نے مستقلاً خبر دی ہے اگر آمین بالجہر ہوتی تو آپ مستقل خبر نہ دیتے بلکہ یوں فرماتے اِذَا قَالَ الْاِمَامُ فَقُوْلُوْا آمِیْن کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی کہو۔لیکن خبر دی معلوم ہوا کہ آمین آہستہ آواز سے تھی۔

سورۂ فاتحہ کے متعلق فقہی مسئلہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت فاتحہ نہ کرے۔ اس پر دلائل یہ ہیں۔

۱۔سورت اعراف میں ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ .(الاعراف ع ۲۴)

اس آیت میں تلاوت قرآن کے وقت استماع وانصات کے وجوب کی دلیل ہے اور فاتحہ بالاجماع قرآن ہے۔

امام بیہقی نے کتاب القراءت میں حضرت مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بعض صحابہؓ قراءت کرتے تھے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۔مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهُ ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمُّكُم اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ.

اس میں صاف حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو یہ قرأت فاتحہ اور قرأت سورت دونوں کو شامل ہے۔ اگر قراءت فاتحہ اور قراءت سورت دونوں کے حکم میں کوئی فرق ہوتا تو حضور ﷺ ضرور بیان فرماتے۔

۳۔نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا اس میں بھی مطلقاً قراءت امام کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم ہے خواہ فاتحہ ہو یا دوسری قراءت ہو۔

۴۔ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفاً فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازِعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذَالِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

جب بعض صحابہؓ نے قراءت خلف الامام کی تو حضور ﷺ نے اس کو منازعۃ القرآن قرار دیا اور صحابہؓ کو اس سے روک دیا۔

اب ممانعت کی علت منازعۃ القرآن ہے جو فاتحہ اور سورت دونوں کی قرأت میں پائی جاتی ہے، لہٰذا دونوں کا ایک حکم ہوگا کہ امام کے پیچھے نہ فاتحہ پڑھے، نہ سورت پڑھے، مطلق قراءت نہ کرے۔

۵۔ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ ةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَ ةٌ.

اس میں واضح کر دیا کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

۶۔طحاوی میں حضرت جابرؓ کی مرفوع روایت ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ.

اس روایت میں بالکل وضاحت ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز کا نہ ہونا یہ منفرد کے بارے میں ہے،اگر مقتدی ہے تو امام کے پیچھے فاتحہ بھی نہ پڑھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مطبوعات

مکتبہ شیخ درخواستی

جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور ضلع رحیم یار خان

شیخ الاسلام حضرت مدنی درخواستی کے علمی و روحانی جانشین
شیخ الحرمین والمفسرین امام اہلسنت شیخ الحدیث والتفسیر

از افادات شیخ طریقت حضرت مولانا **شفیق الرحمٰن** درخواستی مدظلہ

بانی۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور
بانی۔ مکتبہ شیخ درخواستی خان پور

شیخ الحدیث حضرت مدنی درخواستی کے علمی و روحانی جانشین
شیخ الحدیث والتفسیر خطیب اسلام ہزار طریقت

از افادات حضرت مولانا **حماد اللہ** درخواستی مدظلہ

ناظم مہتمم شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور
مدیر۔ مکتبہ شیخ درخواستی جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

مخزن العرفان فی تفسیر القرآن	تقریرات درخواستی علی ابی البخاری (زیر طبع)	مضامین القرآن	تقریر بیضاوی شریف (زیر طبع)	تقریر جلالین شریف
تفسیر مخزن العرفان	خطبات درخواستی ۴ جلد	فیضانات درخواستی مع مجالس درخواستی	دروس درخواستی	مقدمہ بخاری شریف
فیضان درخواستی	مجالس درخواستی	معمولات درخواستی	منزل	چہل حدیث

از افادات

شیخ الحدیث حضرت مدنی درخواستی کے علمی و روحانی جانشین

شیخ الحدیث والتفسیر خطیب اسلام ہزار طریقت حضرت مولانا **حماد اللہ** درخواستی مدظلہ

ناظم مہتمم شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور
مدیر۔ مکتبہ شیخ درخواستی جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

فون مدرسہ: 068-5574976 گھر: 068-5573699 سویا ٹیلی: 0333-7496876

تعارف ابوداؤد (زیر طبع)	حیات حافظ الحدیثؒ	حیات شیخ الحدیثؒ	تقریر مشکوٰۃ (زیر طبع)
انقلابی خطبات	ماہ رمضان المبارک کے فضائل و مسائل	قربانی کے فضائل و مسائل	انتخاب الاجواب
حج کے فضائل و مسائل	زکوٰۃ کے فضائل و مسائل	نکاح کے فضائل و مسائل	

دروس درخواستی از افادات شیخ طریقت حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی مدظلہ

مکتبہ شیخ درخواستی جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور